بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ

مبارکپور

زیر سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ | اپریل ۲۰۱۷ء | جلد نمبر ۴۱ شمارہ ۴

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

قیمت عام شمارہ: 20 روپے

سالانہ: 200 روپے

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

$ 20 امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشـــــــــمولات

اداریـــــــــہ	بیالیسواں عرس حضور حافظِ ملت	مبارک حسین مصباحی	۳

تحقیقات

علمی تحقیق	امام ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال میں ایک خیانت	نثار احمد خان مصباحی	۹

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۲

نظریات

فکـــــرِ امروز	مایوس لوگوں کے لیے بقا کی امید	ڈاکٹر ظہور احمد دانش	۱۸

اسلامیات

شعاعیں	غیبت اور اس کے مہلک اثرات	سید شاہ محمد حسنین رضا قادری	۲۰

شخصیات

نقشِ حیات	حضرت خواجہ عثمان ہارونی: کرامات و تعلیمات	محمد ناصر منیری	۲۵
بزمِ تصوف	مشائخ چشت اور خدمتِ خلق	مولانا محمد عابد چشتی	۳۰
انوارِ حیات	خواجہ غریب نواز: اخلاق و کردار کی روشنی میں	محسن رضا ضیائی	۳۲

تنقیدات

آئینۂ وطن	ملک کا اپوزیشن کہاں ہے؟	صابر رضا رہبر مصباحی	۳۵

بزمِ دانش

فکر و نظر	شبِ براءت: عبادات اور منکرات	محمد طفیل احمد مصباحی/مولانا محمد عابد چشتی	۳۷

ادبیات

نقد و نظر	طلبۂ اشرفیہ کے قلمی رشحات اور اشاعتی کارنامے	محمد شہباز انور برکاتی	۴۲
خیابانِ حرم	مناقبِ حافظِ ملت علیہ الرحمہ	عبد الرزاق پیکر رضوی/محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی/محمد سلمان رضا فریدی	۴۴

وفیات

سفرِ آخرت	حضرت مفتی محمد میاں ثمر دہلوی	مبارک حسین مصباحی	۴۵

مکتوبات

صدائے باز گشت	محمد کلیم اشرف رضوی/وسیم اکرم ہاشمی/محمد اختر علی واحد القادری		۵۲

سرگرمیاں

خیر و خبر	لال چوک مبارک پور میں بنام جشن رحمۃ للعالمین ﷺ سالانہ نعتیہ پروگرام/پیپر اکنک کشی نگر میں بحر العلوم سیمینار و عرسِ ایوبی/گلشن تیغیہ کانفرنس		۵۴

اداریہ

حضور حافظ ملت کا بیالیسواں عرس

پانچ سو چھیاسٹھ (۵۶۶) طلبہ کی فراغت ہوئی

مبارک حسین مصباحی

قطب الارشاد جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۱۳۱۲ھ /۱۸۹۴ء میں ہوئی۔ آپ کا مولد و مسکن قصبہ بھوج پور ضلع مراد آباد ہے۔ آپ نے مسلسل ۹/ سال کا طویل عرصہ خواجۂ خواجگاں حضرت غریب نواز کے دیار پاک اجمیر شریف میں بحیثیت ایک طالب علم گزارا، آپ کی درس گاہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف ہے۔ آپ نے وہاں اپنے اساتذہ سے تفاسیر واحادیث، علومِ فقہ وکلام اور دیگر فنون کی تعلیم و تربیت حاصل کی اور دربارِ خواجہ غریب نواز کے ابلتے ہوئے چشموں سے تزکیۂ قلب و نظر کی دولت حاصل فرمائی، آپ سفر حج و زیارت سے پہلے فرماتے تھے: ”ہماری زندگی کے سب سے خوشگوار اور رحمت والے ایام وہ ہیں جو ۹/ سال ہم نے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے دربار اجمیر شریف میں گزارے۔“ اسی مقام پر آپ شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ سے تقریباً ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں سلسلہ قادریہ منوریہ میں بیعت ہوئے اور انھیں کے دستِ اقدس پر سلسلہ چشتیہ اشرفیہ میں طالب ہوئے، پھر بعد میں حضرت شیخ المشائخ نے مبارک پور میں آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

حضور حافظِ ملت ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم پرانی بستی مبارکپور بحیثیت صدر المدرسین تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ نے تعلیم و تربیت، اصلاحِ معاشرہ اور خدمتِ خلق کی خدمات انجام دیں۔ آپ نے ایک برس کی مدت کے بعد ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء میں دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کا سنگ بنیاد رکھوایا۔ اس کارِ عظیم کو انجام دینے والی شخصیات میں شیخ المشائخ حضور اشرفی میاں کچھوچھوی، حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور حضور صدر الشریعہ اعظمی کے اسمائے گرامی ہیں۔

ربیع الاول ۱۳۹۲ھ/ مئی ۱۹۷۳ء میں حضور حافظِ ملت نے کل ہند تعلیمی کانفرنس کا انعقاد کیا، اس کانفرنس میں ہندوستان بھر سے علما و مشائخ اور بڑی تعداد میں عوام اہلِ سنت نے شرکت فرمائی۔ اس موقع پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا سنگ بنیاد بدست حضور مفتی اعظم ہند بریلوی اور حضور سید العلما مارہروی وغیرہ رکھا گیا۔ یہ ایک تاریخی کانفرنس تھی، ناظرین آج تک اس کانفرنس کو یاد کر کے عش عش کرتے ہیں۔

حضور حافظِ ملت قدس سرہ العزیز نے اپنی پاک باز زندگی میں مختلف جہات میں تاریخی کارنامے انجام دیے۔ آپ کے ہزاروں باکمال تلامذہ ملک و بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں۔ تفسیر و حدیث، فقہ و تصوف، دعوت و تبلیغ، فکر و فن، تدریس و تصنیف اور سیاست و صحافت کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ایک بلند اخلاق مرشدِ طریقت بھی تھے، آپ کے ہزاروں مریدین و متوسلین دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کے کردار و اخلاق سنتِ نبوی علیہ الصلاۃ والتسلیم کے مطابق تھے، جو آپ سے ایک بار ملاقات کر لیتا، بار بار ملاقات کا شیدائی نظر آتا۔

آپ کا وصالِ پر ملال شب گیارہ بج کر پچیس منٹ پر یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ/۳۱/ مئی ۱۹۷۶ء میں ہوا۔ اس تاریخ ہجری کے مطابق سالانہ آپ کا عرس مبارک بڑے اہتمام سے ہوتا ہے۔ جون ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں آپ کے فرزند ارجمند مرشدِ طریقت عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی کا بحیثیت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور انتخاب ہوا۔ جب کہ جانشین کی حیثیت سے آپ کا انتخاب حضرت حافظ ملت کے وصال کے بعد ہو چکا تھا۔ آپ کی سرپرستی اور سربراہی میں امسال ۴۲/ واں عرس حضور حافظ ملت تھا جو بفضلہٖ تعالیٰ بحسن و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

عرس حافظِ ملت کی مختصر روداد: عالمِ اسلام کو جلالۃ العلم حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کا عرسِ مبارک ہو، حسب روایت قیام گاہ حضور حافظِ ملت پر قرآن خوانی، نعت و منقبت اور وعظ و نصیحت کا اہتمام ہوا۔ انجمن غوثیہ پرانی بستی نے حسبِ سابق بڑی مقدار میں حلوہ تیار کرایا، فاتحہ خوانی کے بعد حضور صاحبِ سجادہ دامت برکاتہم العالیہ نے شجرہ خوانی فرمائی اور حاضرین اور جہانِ اہلِ سنت کے لیے رقت خیز دعا فرمائی۔ آپ نے ملک و ملت کی فلاح و بہبود اور عبادات و ریاضات کے ذوق و شوق کے لیے بھی بارگاہِ الٰہی میں بھیک مانگی۔ بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت بھی پیش کیا گیا۔

بعد نمازِ ظہر حضور صاحبِ سجادہ حضرت عزیز ملت کی قیادت میں قیام گاہ حافظِ ملت سے جلوسِ چادر برآمد ہوا۔ مبارک پور کی انجمنیں یکے بعد

دیگرے چادریں پڑھتی ہیں، بڑے ادب و احترام کے ساتھ یہ جلوس نکلتا ہے، نمازِ عصر سے قبل حافظ ملت کے مزارِ اقدس پر نعروں کی گونج میں یہ جلوس داخل ہوتا ہے۔ حیرت انگیز ذوق و شوق کا منظر ہوتا ہے۔ قل شریف کے بعد حضرت صاحب سجادہ دعا فرماتے ہیں۔ زائرین میں رقت کا عالم طاری رہتا ہے۔ آمین آمین کی صداؤں سے پوری فضا میں کیف طاری تھا۔ یہ جلوس دوسرے دن بھی مزید ذوق و شوق کے ساتھ نکلتا ہے۔

دونوں دن اجلاس عام: بفضلہ تعالیٰ پہلے دن بعد نمازِ عشا قرآن عظیم کی تلاوت سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت و قیادت حضرت صاحبِ سجادہ فرمارہے تھے۔ نعتوں کے بعد مولانا عابد رضا مصباحی، حضرت مولانا حافظ اللہ بخش باسنی، حضرت مولانا توصیف رضا مصباحی سنبھل، حضرت مفتی محمد ثاقب رضا مصباحی، حضرت مولانا مقبول احمد سالک مصباحی، مولانا عبد الستار مصباحی، محترم انجینئر فضل اللہ چشتی اور آخری خطاب خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خان اعظمی کا ہوا، آپ کا موضوع تھا: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولاهم یحزنون. آپ نے ایک فکر انگیز تمہید کے بعد ثابت فرمایا کہ حضور حافظ ملت عارف باللہ اور ولیِ کامل تھے۔ ہزار مخالفتوں کے باوجود آپ نے یہ ثابت فرمایا کہ مجھے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ آپ نے طوفانوں کی زد پر چراغ جلائے، آپ اپنے مریدین، متوسلین اور تلامذہ سے مسلسل فرماتے، اتحاد زندگی ہے، اور اختلاف موت۔ آپ فرماتے تھے، کام کرو، جو لوگ صرف نام کے چکر میں پڑتے ہیں ان کا کام بھی نہیں ہوتا اور نام بھی نہیں ہوتا۔

آخر میں صاحبِ سجادہ حضرت عزیز ملت تشریف لائے۔ آپ نے مختصر نصیحت آمیز خطاب فرمایا اور سامعین کو یکم مارچ کے پروگرام کی تفصیل پیش فرمائی اور انھیں کی دعا پر پہلے دن کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دوسرے یوم کا اجلاس بھی حضور عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کی سربراہی میں شروع ہوا۔ نظامت کے فرائض مولانا قیصر اعظمی نے انجام دیے۔ تلاوتِ کلامِ ربانی اور نعتوں اور منقبتوں کے ساتھ اہم خطابات بھی ہوئے۔ سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ نے حسبِ سابق سامعین کے سوالات کے جوابات عنایت فرمائے، مبلغ اہلِ سنت حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی انگلینڈ نے حسان الہند بیکلؔ اتساہی کے انداز میں حافظ ملت کی منقبت پیش فرمائی۔ اس کے بعد قل شریف کی تلاوت ہوئی، پوری فضا قرآن عظیم کے روحانی رنگ میں ڈوب گئی، حضور صاحب سجادہ عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ نے شجرہ خوانی فرمائی اور اس کے بعد رقت خیز انداز میں دعا فرمائی۔ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی زبان سے دعائیہ کلمات پہنچ رہے تھے، پورا مجمع آمین آمین کی صداؤں سے گونج رہا تھا۔

دو عظیم شخصیات کو حافظِ ملت ایوارڈ:

اب نبیرۂ حافظِ ملت، خلیفۂ امینِ ملت حضرت علامہ شاہ محمد نعیم الدین عزیزی دامت برکاتہم العالیہ مائک پر تشریف لائے اور آپ نے تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور کی جانب سے دو اہم شخصیات کے اسمائے گرامی پیش فرمائے۔ پہلا اسم گرامی ہے استاذنا المکرم محدث جلیل حضرت علامہ شاہ عبد الشکور مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور دوسرا نام خلیفۂ عزیز ملت استاذ القرا حضرت قاری محمد اسلام اللہ عزیزی دام ظلہ العالی کا۔ پھر یکے بعد دیگرے ان دونوں بزرگوں کی بارگاہوں میں حسب ذیل سپاس نامے پیش کیے گئے۔ اور دونوں کی بارگاہوں میں حافظِ ملت ایوارڈ پیش کیا گیا۔

سپاس نامہ

حافظ ملّت ایوارڈ

بخدمت اقدس محدّثِ جلیل، فخر المدرسین حضرت علامہ **عبد الشکور** مصباحی دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)

مبسملا و حامدًا و مصلیًا

تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور کی جانب سے محدّث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی کی بارگاہِ عالی میں "حافظِ ملّت ایوارڈ" پیش کرتے ہوئے ہم نہایت فرحت و انبساط محسوس کر رہے ہیں۔ یہ ایوارڈ دراصل ان کی ساٹھ سالہ دینی، علمی اور تدریسی خدمات کا اظہار و اعتراف ہے۔

جلالۃ العلم حافظ ملّت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے جن قابل قدر تلامذہ نے اپنی پوری زندگی انتہائی خاموشی اور اخلاص کے ساتھ درس و تدریس میں گذاری، ان میں علامہ عبد الشکور دام ظلہ کی ذات بھی ہے۔ حافظ ملّت نے ایک مرتبہ تنہائی میں آپ کو نصیحت فرمائی تھی کہ: بیٹا! ایک ہے علم اور ایک ہے نورِ علم۔ علم تو کسی کو بھی مل جاتا ہے، مگر نورِ علم استاذ کی توجہ اور فیضان ہی سے ملتا ہے۔ حضرت محدث جلیل کو بارگاہ حافظ ملّت سے علم و حکمت کی روشنی بھی ملی اور نورِ علم کی لازوال دولت بھی۔ آپ نے جہاں بھی تدریسی خدمات انجام دیں، وہاں اپنے تلامذہ کو علم اور نورِ علم سے آراستہ اور منور کرتے رہے۔ آپ

کی اعلیٰ علمی اور تدریسی خدمات کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ جامعہ اشرفیہ کے موجودہ اکثر اساتذہ آپ کے تلامذہ ہیں۔

محدث جلیل کا آبائی وطن صد گاواں، ضلع پلاموں، جھارکھنڈ ہے۔ یہیں یکم جنوری ۱۹۳۵ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام ولی محمد تھا جو دین دار اور علم دوست انسان تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اررو، ہری ہرگنج، پلاموں میں ہوئی تکمیلِ حفظِ قرآن کے بعد مدرسہ عین العلوم، شہر گیا میں عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ حمیدیہ رضویہ، بنارس تشریف لائے اور عالمیت تک کی تعلیم مکمل کی۔ جامعہ حمیدیہ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سبحان اللہ اور حضرت مولانا خادم رسول مصباحی علیہما الرحمہ سے خصوصی طور پر استفادہ کیا۔

درسِ نظامی کی تکمیل کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا اور یہاں کے جلیل القدر اساتذہ سے معقول و منقول کی منتہی کتابوں کا درس لے کر ۱۹۶۲ء میں فارغ ہوئے۔ آپ کے اساتذۂ اشرفیہ میں جلالۃ العلم حضور حافظ ملّت، علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، مفتی عبد المنان اعظمی مبارک پوری اور سید حامد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہم کے اسما خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد استاذ العلما حضور حافظ ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کو تدریسی خدمات کے لیے مدرسہ تدریس الاسلام، بسڈیلہ، ضلع بستی بھیج دیا۔ یہاں آپ نے بڑی محنت، لگن اور اخلاص کے ساتھ آٹھ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد چھ ماہ انوار العلوم، تلسی پور، بلرام پور میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ اس کے بعد مدرسہ مسعود العلوم، چھوٹی تکیہ، بہرائچ شریف میں نائب شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور یہاں مشکوٰۃ، مسلم شریف اور منطق و فلسفہ کی اعلیٰ کتابیں آپ کے زیر تدریس رہیں۔ یہ تمام تدریسی مراحل طے کرنے کے بعد استاذ العلما حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ کے حکم پر ۱۹۷۴ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور تشریف لائے۔ پہلے آپ نے جو کتابیں پڑھائیں ان میں مشکوٰۃ شریف اور ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ تھیں اپنی خداداد علمی صلاحیت کے باعث بتدریج نائب شیخ الحدیث اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور ۲۰۱۵ء کے اخیر تک شیخ الحدیث کے اس عظیم منصب کو زینت بخشتے رہے۔

حضرت محدث جلیل جماعت اہل سنت کے ایک ممتاز عالم دین، مایۂ ناز مدرس اور کامیاب شیخ الحدیث ہیں۔ علم و عمل، تقویٰ و پرہیزگاری اور اخلاص وللّٰہیت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ تواضع و انکساری، سادگی و خاکساری اور بے ریائی کے پیکر جمیل ہیں۔ نہایت کم گو، خاموش مزاج اور مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک ہیں۔ رب کریم اپنے محبوبان بارگاہ کے طفیل آپ کو صحت و سلامتی سے شاد کام فرمائے اور عمر خضر عطا فرمائے۔ آمین!

بموقع عرس حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ
یکم مارچ ۲۰۱۷ء

از:
عبد الحفیظ عفی عنہ
صدر تنظیم ابنائے اشرفیہ
و سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

سپاس نامہ

حافظ ملّت ایوارڈ

بخدمت اقدس فخر القرا حضرت مولانا محمد قاری محمد اسلام اللہ عزیزی دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نہایت ہی مسرت کی بات ہے کہ تنظیم ابنائے اشرفیہ مبارک پور عرس عزیزی کے مبارک موقع پر فخر القرا حضرت مولانا قاری محمد اسلام اللہ ساحلؔ عزیزی زید مجدہم کی گوناگوں دینی، علمی، اصلاحی اور تنظیمی خدمات کے اعتراف میں "حافظ ملت ایوارڈ" تفویض کر رہی ہے۔

ساحل ملّت حضرت قاری صاحب کی ولادت، عالی جناب رحمت اللہ بن محمد اسماعیل کے دین دار گھرانے محلہ پہاڑ پور، شہر اعظم گڑھ بتاریخ ۱۱ ربیع النور، بروز جمعرات ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں ہوئی۔

گھر کا ماحول مذہبی تھا، والد محترم اور دادا سبھی لوگ پابند صوم و صلاۃ تھے اور دینی مزاج رکھتے تھے۔ ابتدا ہی سے علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت سے عقیدت و محبت تھی۔ خاص طور پر استاذ العلما، جلالۃ العلم ابو الفیض حضور حافظ ملّت علیہ الرحمہ سے والہانہ قلبی لگاؤ تھا۔

باغ فردوس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کا سالانہ جلسۂ دستار بندی بازار مبارک پور میں ہوا کرتا تھا، ساحلِ ملّت حضرت قاری صاحب کی حفظ و

قراءت سے فراغت ۱۹۶۴ء میں ہوئی اور ۱۹۷۱ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

دوران تعلیم قاری صاحب کا قیام، حافظ ملّت کی قیام گاہ کے قریب ہی تھا، اس وجہ سے حضور حافظ ملّت علیہ الرحمۃ کی خدمت اور ان سے اکتساب فیض کا خوب خوب موقع ملا، قاری صاحب اپنے اس وصف میں اپنے اقران اور ہم عصروں میں ممتاز و نمایاں ہیں۔

ساحل ملّت حضرت قاری صاحب موصوف کی دلی تمنا تھی کہ حضور حافظ ملّت علیہ الرحمۃ کے قدموں ہی میں رہ کر اپنی زندگی گزاریں، لیکن حضرت کی دور بیں نگاہیں آپ کے اندر چھپے ہوئے جوہر کو دیکھ رہی تھیں کہ مستقبل قریب میں آپ سے دین و ملّت کا عظیم الشان کام انجام پائے گا۔ دعوت و تبلیغ، تعلیم و تعلّم، امامت و خطابت اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فروغ و استحکام جیسے بے شمار دینی و ملی کام کے لیے حافظِ ملت نے آپ کو اپنی دعاؤں کے ساتھ عروس البلاد ممبئی بھیج دیا۔

حضور حافظ ملّت کی دعاے نیم شبی اور آہ سحر گاہی کا ہی نتیجہ ہے کہ قاری صاحب موصوف ممبئی اور اس کے اطراف و جوانب میں علما و پیران عظام کے درمیان مہر درخشاں کی طرح روشن ہیں۔ ممبئی کی سرزمین پر ایک ایسے عالم ربانی کی زمانے سے شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو اخلاص وللّٰہیت، اپنے پاکیزہ کردار و اخلاق اور سوزِ دروں کے ذریعہ اشاعتِ دین اور فروغِ سنیت کے مشن کو خوش اسلوبی سے آگے بڑھا سکے، ان ہمہ جہت مقاصد کے لیے حافظ ملّت کی نگاہِ انتخاب ساحل ملّت قاری صاحب موصوف پر پڑی اور اللہ رب العزت کا شکر ہے کہ حضرت قاری صاحب حضور حافظ ملّت کی امیدوں پر پورے اترے۔

قاری صاحب شعر و سخن سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور زمانہ طالب علمی سے ساحلؔ تخلّص رکھتے ہیں۔

عصر حاضر میں ساحل ملّت ان اہم شخصیات میں سے ہیں جو گزشتہ نصف صدی سے اپنے جذبۂ اخلاص کے باعث دینی و ملی اور مسلکی حوالے سے عوام و خواص میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک رہے ہیں۔ مذکورہ بالا بے لوث خدمات دینیہ کے صلہ میں اللہ عزوجل نے ساحل ملّت کو ۳۲؍ بار حج و زیارت حرمین شریفین نیز بیت المقدس، بغداد شریف اور دیگر مقامات مقدسہ کی سعادتیں عطا فرمائیں۔

آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے ممتاز و قابل فخر فرزند، حافظ ملّت علیہ الرحمۃ کے چہیتے مرید، ناچیز عبد الحفیظ عفی عنہ کے عزیز خلیفہ اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے معتمد عالم اور بے نظیر داعی ہیں جن کا وجود اکابر و متقدمین کی یادگار اور جن کے نقوش قدم اخلاف و متاخرین کے لیے فانوس ہدایت ہیں۔ یہ سب برکتیں ہیں، مبارک پور کی سرزمین پر لیٹے ہوئے اس ابوالفیض کی جس کے قدموں تلے آکر نہ جانے کتنے بے وقعت ذرّے ستاروں کی طرح تاباں اور درخشاں ہو گئے۔ حضور حافظ ملّت کی عظمتوں کو سلام۔

رب کائنات اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اہل سنت کے اس تابندہ قمر کو مزید تابانی عطا فرماتے ہوئے عمرِ خضر سے نوازے۔ ع   ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بموقع عرس حضور حافظ ملّت علیہ الرحمۃ
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ
یکم مارچ ۲۰۱۷ء

از:
عبد الحفیظ عفی عنہ
صدر تنظیم ابناے اشرفیہ
و سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

آٹھ علماے کرام کو اعزازیہ شالیں:

اس کے بعد آٹھ علماے کرام کی بارگاہوں میں شالیں پیش کی گئیں، ان کے نام یہ ہیں: خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خان اعظمی سابق ممبر پارلیمنٹ۔ شیخ طریقت حضرت مولانا محمد علی فاروقی مصباحی رائے پوری۔ محترم المقام بلند پایہ گجراتی مترجم و قلم کار پٹیل شبیر علی رضوی، دیا دروی ایڈیٹر، ماہ نامہ برکات خواجہ گجرات۔ پیکرِ اخلاص حضرت مولانا منظور احمد عزیزی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ سلطان پور۔ عظیم مصنف و صحافی حضرت قاری نور الہدیٰ مصباحی استاذ مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکما ڈپو، پچھی پور، مہراج گنج، سراپا محبت و شفقت عالم ربانی حضرت مولانا الحاج حافظ اللہ بخش خطیب و امام نگینہ مسجد، باسنی، راجستھان۔ حضرت مولانا غلام جیلانی کھنڈوا مہاراشٹر۔ حضرت مولانا عابد رضا مصباحی ادروی۔

اخیر میں خطیب الہند مجاہدِ سنیت حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کا فکر انگیز اور ولولہ انگیز خطاب ہوا۔ آپ تین بار راجیہ سبھا کے ممبر رہ چکے ہیں، دیگر سیاسی و ملی خدمات کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔ آپ برسوں سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی مجلسِ شوریٰ کے رکن ہیں۔ آپ نے عہدِ حاضر کے سلگتے مسائل پر معلومات افزا خطاب فرمایا۔ ان کے خطاب پر تبصرہ کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔

مختلف شعبوں میں فارغینِ اشرفیہ:

اس کے بعد جامعہ اشرفیہ کے فارغین کی دستار بندی ہوئی۔ امسال ۲۰۱۷ء میں فارغین کی کل تعداد ۵۶۶ر تھی، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

تحقیق فی الفقہ	۱۰
تحقیق فی الحدیث	۱۰
تحقیق فی الادب	۵
مشق افتا	۵
فضیلت	۲۰۱
فضیلت خصوصی	۲
حفظ	۲۸
میزان (جنھیں دستار دی گئی)	۲۶۱
مولوی و قاری	۱۲۴
عالم	۱۷۸
میزان (جنھیں صرف سند دی گئی)	۳۰۲
تربیت تدریس	۳
مجموعی تعداد	۵۶۶

سب سے اخیر میں جانشین حافظ ملت، سرپرست عرس عزیزی، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ نے کلماتِ طیبات ارشاد فرمائے۔ آپ نے نمازوں کی پابندی، عرس میں شرکت کے طریقے اور فیوض و برکات کے حصول کے انداز پر روشنی ڈالی۔ آپ نے تمام برائیوں سے کنارہ کش ہونے اور نیکیاں کرنے کے جذبۂ شوق پیدا کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے نوجوانوں میں موبائل کے غلط استعمال پر بھی سخت تنبیہ فرمائی۔ آخر میں آپ نے رقت خیز دعائیں فرمائیں۔ آپ نے ملک و ملت کے احوال پر دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دعائیں کیں، زائرین کی دلی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے بھی بارگاہِ ایزدی میں دعائیں فرمائیں۔ کارکنانِ عرس عزیزی، اساتذۂ اشرفیہ اور طلبۂ اشرفیہ کے لیے خوب دعائیں فرمائیں، مقامی اور بیرونی زائرین کے لیے بھی دل کی گہرائیوں سے دعائیں فرمائیں۔

مجلسِ خیر خواہ طلبۂ جامعہ اشرفیہ اور عرس عزیزی میں نمازوں کی پابندی:

مقامِ مسرت ہے کہ طلبۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی درجنوں ذیلی تنظیمیں ہیں جو اپنے اپنے طور پر مختلف دینی، علمی اور اصلاحی خدمات انجام دیتی ہیں، انھیں میں ایک حساس تنظیم "مجلس خیر خواہ" ہے جو گذشتہ برس سے عرس عزیزی میں نمازوں کی پابندی کا اہتمام کرتی ہے۔ اس کے ساتھ حضور حافظِ ملت کے مزارِ اقدس پر شریعت کی پاسداری کے لیے مکمل نظم و نسق کرتی ہے۔ اس بار اس مجلس کے تحت تقریباً ڈھائی سو طلبہ نے اس مجلس میں عشق و عرفان کے جذبۂ شوق کے ساتھ حصہ لیا۔ طریقہ یہ تھا کہ قریب پندرہ بیس طلبہ کی علاحدہ علاحدہ ٹیمیں بنادی تھیں اور انھیں مختلف مقامات پر متعیّن کر دیا گیا تھا۔

۲۷ر فروری ۲۰۱۷ء کو دوکانداروں کے ساتھ ایک میٹنگ ہوئی، جس میں انھیں دین و دنیا کی برکتوں کی تعلیم دی، جسے انھوں نے بحسن و خوبی تسلیم کیا۔

مجلسِ خیر خواہ نے اپنے طور پر آٹھ سو میٹر کپڑا خریدا جسے وہ وسیع گراؤنڈ کے اندر اذان کے بعد دوکانوں کے سامنے باندھ دیتے تھے اور اس کے بعد خرید و فروخت کا سارا کاروبار بند کر دیتے تھے، اس عمل کی بے پناہ پذیرائی ہوئی، بلکہ بعض دوکان داروں نے تو فرمایا کہ ان شاء اللہ آئندہ سال یہ کپڑا ہم خود لے کر آئیں گے۔ زائرینِ عرس نے بھی اس عمل کا گہرا اثر قبول کیا اور باضابطہ اخبارات میں اپنے تاثرات پیش کیے۔ مجلس خیر خواہ نے ڈیڑھ سو سے زائد مختلف مضامین کے چھوٹے بڑے پوسٹر لگوائے تھے، جن میں چند حسب ذیل ہیں۔

*فرمانِ مصطفیٰ ﷺ: قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی درست رہیں گے اور اگر یہ بگڑی تو سبھی بگڑی۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ج:۱، ص:۵۰۴)

*اے کاش! ہم پہلے سوال کی تیاری کرلیں۔ اے اللہ ہماری مدد فرما۔

*عرسِ حافظِ ملت کا پیغام، نمازِ باجماعت کا اہتمام۔

*اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے، وہ مشرکوں کے فعل میں ان کا شریک ہے، پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے، جب تو سچا مشرک، پورا کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲، ص:۱۹۲، مسئلہ:۲۵۲)

عزیز المساجد میں باضابطہ جماعتوں کے وقت پوری مسجد بھر جاتی، یہاں تک کہ چھت پر بھی کافی نمازی پہنچ جاتے، نمازیوں میں کافی لوگ جگہ نہ ہونے کی وجہ سے بعد میں جماعتیں کرتے یا انفرادی طور پر نمازیں ادا فرماتے۔

جگہ جگہ عزیز المساجد میں بھی چھوٹے بڑے پوسٹر چسپاں تھے۔ عرس عزیزی میں اس بار شاید ہی کوئی کم نصیب ایسا ہو جس نے مسلسل نماز ترک کی ہو، باجماعت نمازوں کے اہتمام میں اس بار خوب مسرت و شادمانی کا عالم رہا۔

جامعہ کے زینوں پر یہ خوش کن پوسٹر لگے تھے کہ زینے پر چڑھتے وقت اللہ اکبر پڑھیں اور اترتے وقت سبحان اللہ پڑھیں۔ اسی طرح مسجد میں وضو خانے کے قریب ایک بڑا پوسٹر تھا جس میں وضو کے آداب و فضائل تھے، دیگر چھوٹے پوسٹروں میں وضو کے بعد کی دعائیں تھیں، ۔ اسی طرح اعتکاف کی نیت اور سجدے وغیرہ کے صحیح طریقے نوٹ تھے۔

حضور حافظِ ملت کے مزارِ اقدس پر بھی شرعی طور پر حاضری کا اہتمام رہا۔ طلبہ باضابطہ اس عارف باللہ کے مزار پر شرعی طریقے سے حاضری کے آداب بتاتے، اذان کے بعد حافظِ ملت کے مزار کے دروازوں پر تالے لگادیے جاتے تھے۔ چاروں دروازوں پر حسب ذیل پوسٹر چسپاں تھے۔

مزاراتِ شریفہ پر حاضری کا ثبوت و طریقہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا، تو اب تم ان کی زیارت کیا کرو کیوں کہ زیارتِ قبور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص:۵۴، باب زیارۃ القبور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔ (ایضاً)

مسئلہ: مزارات پر عورتوں کی حاضری ممنوع و ناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ بزرگوں کے مزار پر جائیں تو فاتحہ کس طرح پڑھا کریں اور فاتحہ میں کون کون سی چیزیں پڑھا کریں۔ تو آپ نے جواب دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم.

مزاراتِ شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے مواجہہ میں (چہرے کے سامنے) کھڑا ہو اور متوسط آواز میں با ادب سلام عرض کرے۔ "السلام علیکم یا سیدی ورحمۃ اللہ و برکاتہ" پھر درودِ غوثیہ تین بار، الحمد شریف ایک بار، آیۃ الکرسی ایک بار، سورۂ اخلاص سات بار، پھر درودِ غوثیہ شریف سات بار اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزوجل سے دعا کرے کہ:

الٰہی اس قراءت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے، نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے۔ اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا۔

پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو، اس کے لیے دعا کرے اور صاحبِ مزار کی روح کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے، پھر اسی طرح سلام پیش کر کے واپس آئے۔ مزار کو نہ ہاتھ لگائے، نہ بوسہ دے (نہ چومے) اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے اور سجدہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۲۱۲-۲۱۳، رضا اکیڈمی)

حکم صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ

بفضلہ تعالیٰ عرس حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی تمام تقریبات بحسن و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ مولا ہمیں اپنے محبوب بندوں کے طفیل نیک زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

علمی تحقیق

امام ذہبی کی کتاب "میزان الاعتدال" میں ایک خیانت

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف الحاقی ہے!!!

نثار احمد خان مصباحی

علومِ حدیث میں علمِ رجال اس جہت سے سب سے اہم علم ہے کہ اس کے ذریعہ عام طور پر صحیح اور غیر صحیح حدیثوں کی پہچان ہوتی ہے۔

امام علی بن مدینی (۱۶۱ھ-۲۳۴ھ) کا مشہور قول ہے:

"معرفة الرجال نصف العلم" علمِ رجال آدھا علم (حدیث) ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ھ-۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

الإسناد من الدين. لو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء.

"اسناد دین سے ہے، اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیتا۔ [۱]

امام سفیان ثوری (۹۷ھ-۱۶۱ھ) فرماتے ہیں:

الإسناد صلاح المؤمن. اسناد مومن کا ہتھیار ہے۔ [۲]

معرفتِ رجال کی اہمیت کے پیشِ نظر تدوینِ حدیث کے ابتدائی دور ہی سے علما و محدثین نے رجال حدیث پر کلام فرمایا، بلکہ اس کا آغاز خود صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا۔ [۳]

پھر مشاہیر تابعین میں امام سعید بن جبیر (۴۵ھ-۹۵ھ)، امام سعید ابنِ مسیب (۱۳ھ-۹۴ھ)، امام شعبی (۱۷ھ-۱۰۳ھ)، امام حسن بصری (۲۱ھ-۱۱۰ھ) اور امام ابنِ سیرین (۳۳ھ- ۱۱۰ھ) وغیرہ ائمہ نے رجال پر کلام فرمایا۔

پھر ان حضرات کے بعد امام اعمش (۶۱ھ- ۱۴۸ھ)، امامِ اعظم ابو حنیفہ (۸۰ھ- ۱۵۰ھ)، امام اوزاعی (۸۸ھ- ۱۵۷ھ)، امام شعبہ بن حجاج (۸۲ھ- ۱۶۰ھ)، امام سفیان ثوری (۹۷ھ- ۱۶۱ھ)، امام مالک (۹۳ھ- ۱۷۹ھ)، امام عبد اللہ بن مبارک (۱۱۸ھ-۱۸۱ھ) اور امام سفیان بن عیینہ (۱۰۷ھ- ۱۹۸ھ) وغیرہ کثیر ائمہ نے رجال پر کلام کیا۔ مگر دوسری صدی ہجری کے تیسرے ربع تک یہ سلسلۂ کلام زبانی رہا اور بقدرِ حاجت مختصر بھی، جس کی ایک اہم وجہ اس عہد تک مجروح راویوں کی قلت ہے۔ سب سے پہلے جس امامِ جرح و تعدیل کے اقوال تحریری شکل میں جمع کیے گئے وہ امام یحییٰ بن سعید القطّان (۱۲۰ھ- ۱۹۸ھ) ہیں۔ پھر ان کے تلامذہ میں امام یحییٰ بن معین (۱۵۸ھ-۲۳۳ھ)، امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)، امام ابو خیثمہ (۱۶۰ھ-۲۳۴ھ) اور عمرو بن علی الفلّاس (۰۰۰-۲۴۹ھ) وغیرہ نے احوالِ رجال پر گفتگو فرمائی۔

پھر ان حضرات کے تلامذہ میں امام بو زرعہ رازی (۲۰۰ھ-۲۶۴ھ)، امام ابوحاتم رازی (۱۹۵ھ-۲۷۷ھ)، امام بخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ)، امام مسلم (۲۰۴ھ-۲۶۱ھ) اور امام ابو اسحاق جوزجانی (۰۰۰-۲۵۹ھ) وغیرہ نے رجال احادیث پر کلام فرمایا۔

ان حضرات کے بعد امام ترمذی (۲۰۹-۲۷۹ھ)، امام نسائی (۲۱۵ھ-۳۰۳ھ)، حافظ ابو البشر دولابی (۲۲۴ھ-۳۱۰ھ)، امام ابنِ خزیمہ (۲۲۳ھ-۳۱۱ھ) حافظ عقیلی (۰۰۰-۳۲۲ھ) امام ابنِ ابی حاتم رازی (۲۴۰ھ-۳۲۷ھ)، امام ابن حبان (۲۷۰ھ-۳۵۴ھ)، امام حافظ ابنِ عدی (۲۷۷ھ-۳۶۵ھ)، حافظ ابو الفتح ازدی (۰۰۰-۳۷۴ھ)، امام دارقطنی (۳۰۵ھ-۳۸۵ھ) اور امام حاکم نیشا پوری (۳۲۱ھ-۴۰۵ھ) وغیرہ کثیر ائمہ نے احوالِ رجال پر کلام فرمایا۔" [۴]

رہا معاملہ تصنیف کا تو، اس کا آغاز امام یحییٰ بن سعید القطان کے اقوال کی جمع و تدوین سے ہوا، جیسا کہ گذرا، پھر دوسرے صدی کے بعد سے دسویں صدی تک کثیر ائمہ و محدثین نے رجالِ حدیث پر کتابیں لکھیں۔

عمومی طور پر دیکھا جائے تو یہ کتابیں تین طرح کی ہیں:

(۱)-وہ کتابیں جن میں ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے رجال پر گفتگو کی گئی ہے، جیسے امام بخاری کی "التاریخ الکبیر"، امام ابوزرعہ دمشقی (۰۰۰-۲۸۱ھ) کی "تاریخ"، حافظ ابنِ سعد "کاتب الواقدی" (۱۶۸ھ-۲۳۰ھ) کی "الطبقات"، امام ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ (۱۸۵ھ-۲۷۹ھ) کی "التاریخ الکبیر"، امام ابن ابی حاتم کی

"الجرح والتعدیل" وغیرہ، اور پھر متاخر محدثین کی کثیر تصنیفات۔

(۲)-وہ کتابیں جن میں مصنف نے اپنے علم واجتہاد کے مطابق صرف ثقہ راویوں کے احوال واسما ذکر کیے ہیں۔ جیسے: امام عجلی (۱۸۲ھ-۲۶۱ھ) کی "معرفة الثقات"، امام ابنِ حبان کی "کتاب الثقات"، امام ابن شاہین (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) کی "تاریخ اسماء الثقات" اور متاخرین میں علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی (۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) کی ضخیم کتاب "الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستة" وغیرہ۔

(۳)-وہ کتابیں جن میں مصنف نے اپنے علم واجتہاد کے مطابق ضعیف یا مجروح راویانِ حدیث کے احوال بیان کیے ہیں، ایسی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، ضعفا اور مجروحین کے تذکرے پر مشتمل کتابیں لکھنے والوں میں امام بخاری، امام ابوزرعہ رازی، امام نسائی، حافظ عقیلی، امام ابنِ حبان، حافظ ابنِ عدی، امام دارقطنی، امام ابن شاہین اور امام حاکم نیشاپوری وغیرہ کثیر ائمہ و محدثین ہیں جو متقدمین میں ہیں۔ پھر حافظ ابن طاہر مقدسی (۴۴۸ھ-۵۰۷ھ)، امام ابن الجوزی (۵۱۰ھ-۵۹۷ھ)، ابن الرومیہ اشبیلی (۵۶۱ھ-۶۳۷ھ)، امام شمس الدین ذہبی (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ)، امام ابنِ حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) اور امام سیوطی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) وغیرہ کئی ائمہ ہیں جو متاخرین میں ہیں۔(۵)

متاخر ائمۂ رجال میں امام ذہبی کا رتبہ اور کام سب سے بلند ہے۔ انھوں نے ضعیف اور مجروح راویانِ حدیث کے احوال پر کئی کتابیں لکھیں، سب سے پہلے انھوں نے "المغنی فی الضعفاء" لکھی، اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ حافظ ذہبی اس میں ہر راوی کے بارے میں صحیح ترین حکم ایک لفظ میں بیان کر دیتے ہیں۔(۶)

امام سیوطی نے "تدریب الراوي" میں اس کتاب کا تذکرہ کیا تو اس کا ایک "ذیل" لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔(۷) اور پھر "ذیل تذکرة الحفاظ" میں امام ذہبی کے تذکرے میں یہ خبر بھی دی کہ میں نے "المغنی" کا ایک "ذیل" لکھا ہے۔(۸)

پھر حافظ ذہبی نے ضعیف اور مجروح رجال کے احوال پر "المغنی" سے زیادہ جامع اور مفصل ایک کتاب لکھی جس کا نام انھوں نے "المیزان الاعتدال في نقد الرجال" رکھا۔ اس کتاب میں انھوں نے کوشش کی کہ کوئی ایسا راوی چھوٹنے نہ پائے جس کا متقدمین کی کتبِ ضعفا میں کسی طرح کے ضعف اور جرح کے ساتھ تذکرہ ہے، اگرچہ وہ راوی "ثقہ" ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی انھوں نے متقدمین (خصوصاً حافظ ابنِ عدی) کی پیروی میں بہت سے ایسے افراد کا تذکرہ اس کتاب میں کر دیا ہے جو خود حافظ ذہبی کے نزدیک "ثقہ" تھے، اور ایسا انھوں نے اس لیے کیا ہے کہ کہیں ان پر تعقب نہ ہو جائے!! (ان تمام باتوں پر مشتمل ان کی عبارت آگے آرہی ہے۔)

مگر اس اہتمام کے باوجود بہت سے ضعیف اور مجروح راوی ان سے چھوٹ گئے اور نقدِ رجال میں اجتہادی صلاحیتوں کے باوجود بہت سے اوہام اور خطائیں سرزد ہوئیں، جن کی وجہ سے بعد میں آنے والے کئی محدثین نے ان پر "استدراک" کیا، یعنی میزان الاعتدال کا "ذیل" یا "حاشیہ" اور "تعلیق" لکھی جس میں حافظ ذہبی سے چھوٹ جانے والے مجروح رجال کا تذکرہ کیا۔ اور میزان الاعتدال میں موجود اغلاط و اوہام کی نشان دہی اور اصلاح کی۔ سب سے پہلے حافظ ابو المحاسن محمد بن علی الحسینی (۷۱۵ھ-۷۶۵ھ) نے میزان الاعتدال پر ایک "تعلیق" لکھی، جس میں بہت سے چھوٹے ہوئے رُواۃ کا تذکرہ کیا اور حافظ ذہبی کے کثیر اوہام کی نشان دہی کی۔(۹)

پھر حافظ صدر الدین سلیمان بن یوسف الیاسوفی (۷۳۹ھ تقریباً-۷۸۹ھ) میزان پر ایک "حاشیہ" لکھا، جس میں حافظ ذہبی پر متعدّد "استدراکات" کیے۔(۱۰)

پھر حافظ ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم عراقی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ) نے میزان الاعتدال کا "ذیل" ایک جلد میں لکھا۔ حافظ عراقی کا یہ "ذیل" مشہور و مطبوع ہے۔ پھر حافظ سبط ابن العجمی (۷۵۳ھ-۸۴۱ھ) نے "نثل الهمیان في معیار المیزان" لکھی، مگر یہ میزان الاعتدال کا اختصار ہے، جیسا کہ علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی (۱۲۷۴ھ-۱۳۴۵ھ) نے "الرسالة المتطرفة" میں ذکر کیا ہے۔(۱۱)

پھر امام ابنِ حجر عسقلانی نے (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) آئے۔ انھوں نے اولاً پوری میزان الاعتدال اپنی تحریر میں نقل کرنے کا ارادہ کیا۔(۱۲) اور "میزان" پر چار طرح سے کام کیا۔

(۱)-ذیل المیزان-اس میں انھوں نے تقریباً ۲؍ہزار ایسے مجروح رجال کا تعارف لکھا جو "میزان الاعتدال" میں نہیں ہیں۔ اس کے ابتدائی حصے کی تبییض بھی انھوں نے کی۔

(۲)-تحریر المیزان-جن مجروح رجال کا تعارف حافظ ذہبی سے چھوٹ گیا تھا، اس کتاب میں ان کے تذکرے کے ساتھ حافظ ذہبی

کے اوہام کی نشان دہی اور ان کی اصلاح بھی امام ابن حجر نے کی۔

(۳)-تقویم اللسان- اس کتاب میں آپ نے "میزان الاعتدال" میں درج کیے گئے ان افراد کا تذکرہ کیا جن کے ضعف پر حافظ ذہبی نے اپنی دلیل اور حوالہ نہیں ذکر کیا ہے۔ (۱۳)

(۴)- لسان المیزان- امام ابن حجر نے "میزان الاعتدال" سے ان افراد کے تراجم حذف کر دیے جو صحاح ستہ کے رجال ہیں اور جن کا تذکرہ "تھذیب الکمال للمزی" میں ہے۔ بقیہ افراد کا "میزان" میں درج تعارف لفظ بلفظ باقی رکھا۔ متعدّد رجال کے تعارف میں اضافی تفصیلات لکھیں۔ جو ضعیف اور مجروح افراد حافظ ذہبی سے چھوٹ گئے تھے، ان کا تعارف لکھا، اور حافظ ذہبی کے کثیر اوہام و اغلاط کی نشان دہی اور اصلاح کی۔ اس طرح ضعیف اور مجروح رجال کے تذکرے پر مشتمل ایک بہترین کتاب ان کے قلم سے وجود میں آئی، جس کا نام انھوں نے "لسان المیزان" رکھا۔ (۱۴)

جس نے بھی "لسان المیزان" اور "میزان الاعتدال" پڑھی ہے اور مقدمۂ لسان میں حافظ کی تصریحات دیکھی ہیں، اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ "لسان المیزان" کی "اصل" حافظ ذہبی کی "میزان الاعتدال" ہے، اسی لیے امام ابن حجر "میزان" کا ذکر لفظ "اصل" کے ساتھ کرتے ہیں۔

میزان الاعتدال اپنی متعدّد خوبیوں اور نقد رجال میں اپنے مصنف کی عظمت و جلالت کی وجہ سے اپنے وقتِ تصنیف سے آج تک اپنے موضوع پر ایک شاہ کار کی حیثیت سے مشہور اور اہلِ علم کے درمیان رائج اور مقبول ہے۔ امام ذہبی نے اکیاون سال کی عمر میں ۷۲۴ھ میں دو دن کم چار مہینوں میں یہ پوری کتاب لکھی۔ پھر چار سال کی طویل مدت میں متعدّد بار اس پر نظرِ ثانی کی اور حواشی کا اضافہ کیا۔

علامہ عبد الحی فرنگی محلی (۱۲۶۴ھ - ۱۳۰۴ھ) کی کتاب "الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل" کی تعلیقات میں شیخ عبد الفتاح ابو غدہ حنفی (۱۳۳۶ھ - ۱۴۱۷ھ) لکھتے ہیں:

جاء في آخرِ نسخة الحافظ سبط ابن العجمي محدث حلب في عصره التي طبعت عنها طبعة عيسىٰ البابي الحلبي بالقاهرة سنة ١٣٨٢ھ ما يلي:

قال مولفه: الّفته في أربعة اشهر الّا يومين من سنة اربع وعشرين وسبع مئة. ثم مررت عليه غير مرة، وزدت حواشي في اربع سنين. "(۱۵)

"اپنے دور کے محدث حلب حافظ سبط ابن العجمہ کے (ہاتھوں لکھا ہوا) میزان کا نسخہ، جو قاہرہ میں مطبع عیسیٰ البابی الحلبی سے ۱۳۸۲ھ میں طبع ہوئی، اس نسخے کے آخر میں یہ عبارت درج ہے:

"(میزان کا) ایک نسخہ جس کی تصحیح حافظ عَلَم الدین البرزالی (۶۶۵ھ - ۷۳۹ھ) نے کی ہے اور اس پر مصنف (حافظ ذہبی) تحریر بھی ہے۔ اس (نسخے) کے آخر میں حافظ برزالی کی تحریر میں یہ الفاظ درج ہیں:

مصنف (ذہبی) کہتے ہیں کہ میں نے ۷۲۴ھ میں دو دن کم چار مہینے میں اسے تصنیف کیا، پھر چار سال میں کئی بار اس پر "نظرِ ثانی" کی اور حواشی کا اضافہ کیا۔"

حاصل یہ کہ امام ذہبی نے یہ کتاب ۷۲۴ھ میں چار ماہ سے بھی کم مدت میں لکھی مگر چار سال کی طویل مدت میں کئی بار اس کی تصحیح و تنقید کی اور حواشی کی صورت میں اضافے درج کیے۔

پھر ۷۲۹ھ سے ۷۴۷ھ تک (یعنی مصنف کی وفات سے ایک سال پہلے تک) متعدّد اہلِ علم نے مصنف سے اس کی اجازت اور نقلیں حاصل کیں، جن کی کچھ تفصیل خود مصنف کے ہاتھوں لکھے ہوئے نسخے کے آخری ورق پر درج ہے۔ (مزید باتیں انشاءاللہ آگے آئیں گی۔)

حافظ ذہبی نے حافظ ابن عدی کی "الکامل فی الضعفاء" کے طرز پر اپنی اس کتاب میں ہر اس راوی حدیث کا تذکرہ کیا ہے جس پر کسی طرح کا کلام ہے، مگر دونوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ ابنِ عدی نے اپنی کتاب میں کچھ صحابہ اور کچھ ایسے مقتدایان امت کا بھی تذکرہ کیا ہے، جن پر کسی نے کلام کیا ہے مگر حافظ ذہبی نے "میزان" میں صحابہ اور ائمۂ متبوعین (مقتدایانِ امت) کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ وجہ بالکل ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام کی امانت و دیانت اور صداقت و عدالت اجماعی طور پر مسلم ہے، اس لیے وہاں نقد و جرح والے کلام کی کوئی گنجائش نہیں، اسی طرح اسلام و مسلمین میں ائمۂ متبوعین کی عام مقبولیت، ان کی جلالتِ شان اور عظمت و بزرگی، ان مقدس ہستیوں کو کسی شک و شبہہ اور قیل و قال سے بالاتر بناتی ہے، اس لیے ان کی بھی تحقیق حال کی کوئی حاجت نہیں۔

میزان الاعتدال کے مقدمے میں امام ذہبی لکھتے ہیں:

لم أر من الرای ان احذف اسم احد ممن لهٗ ذکر بتلیین ما فی کتب الأئمة المذکورین خوفا من ان یتعقب علی، لا انی ذکرته لضعف فیه عندی، الّا

ما كان في كتاب البخاري و ابن عدي وغيرهما من الصحابة فاني اسقطهم لجلالة الصحابة، ولا اذكرهم في هذا المصنَّف فإن الضعف انما جاء من جهة الرواة اليهم.

وكذا لا اذكر في كتابي من الأئمة المتبوعين في الفروع احدا لجلالتهم في الإسلام وعظمتهم في النفوس مثل أبي حنيفة والشافعي والبخاري. فإن ذكرت أحدا منهم فاذكره على الإنصاف وما يضره ذلك عند الله ولا عند الناس. [۱۶]

"میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ کسی ایسے شخص کا نام حذف کردوں جس کا مذکورہ بالا ائمہ (یعنی امام بخاری، عقیلی اور ابن عدی وغیرہ) کی کتابوں میں کسی طرح کے ضعف کا تذکرہ ہے۔ اور یہ اس ڈر سے کیا ہے کہ کہیں مجھ پر تعقب نہ ہو جائے، نہ کہ اس وجہ سے کہ میرے نزدیک ان میں کوئی ضعف ہے۔ ہاں! بخاری اور ابن عدی کی کتاب میں جو صحابہ (کے تذکرے) تھے، میں نے صحابہ کی جلالتِ شان کے پیشِ نظر انھیں حذف کر دیا ہے۔ میں اس کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں کروں گا، کیوں کہ ضعف ان سے روایت کرنے والوں کی طرف سے آیا ہے (نہ کہ ان کی طرف سے)۔

اور اسی طرح فروع میں جن کی پیروی کی جاتی ہے، مثلاً امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری وغیرہ، اسلام میں ان کی جلالتِ شان اور مسلمانوں میں ان کی عظمت کی وجہ سے اپنی (اس) کتاب میں اُن میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کروں گا، اور اگر ان میں سے کسی کا تذکرہ کیا تو انصاف کے ساتھ کروں گا اور اس طرح وہ نہ عند اللہ ان کے لیے مضر ہوگا اور نہ لوگوں کے نزدیک۔"

حافظ ذہبی کی اس عبارت سے چند باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں:

(۱)-صحابۂ کرام کے بعد ائمۂ متبوعین مثلاً امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری وغیرہ کی بھی عظمت اور جلالتِ شان اسلام و مسلمین میں بالکل مسلم ہے۔

(۲)-ان حضرات کی ذات اتنی بلند ہے کہ نقدِ رجال کی کتاب میں ان کا تذکرہ بھی مناسب نہیں۔ (اگر چہ بعض محدثین کی طرف سے ان ائمہ کے حق میں جرح سرزد ہوگئی ہے۔)

(۳)-حافظ ذہبی نقدِ رجال کی اپنی اس کتاب میں ان مقدس ہستیوں کا تذکرہ نہیں کریں گے۔ اور اگر بالفرض ان میں سے کسی کا تعارف لکھیں گے تو ان کے مقام و مرتبے سے انصاف کرتے ہوئے ایسا تعارف پیش کریں گے جو نہ عند اللہ ان کے لیے مضر ہوگا اور نہ ہی لوگوں کی نظروں میں ان کی اہمیت و عظمت کم کرے گا۔

ایک طرف امام ذہبی کی مذکورہ بالا تصریحات ہیں، جن میں انھوں نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر ان کی تسلیم شدہ عظمت اور جلالتِ شان کی گواہی دی اور اسی وجہ سے نقد و جرح کی اپنی اس کتاب میں ان کا تذکرہ نہ کرنے کا عہد کیا اور دوسری طرف میزان الاعتدال کے کچھ مطبوعہ نسخے ہیں جن میں امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا درج ذیل تعارف موجود ہے جو ان کی تضعیف و تنقیص پر مشتمل ہے:

النعمان بن ثابت زوطى، ابو حنيفة الكوفي، اما أهل الراى، ضعَّفه النسائى من جهة حفظه و ابن عدى و آخرون، وترجم له الخطيب في فصلين من تاريخه واستوفى كلام الفر يقين معدليه و مضعفيه. [۱۷]

"نعمان بن ثابت زوطی-ابو حنیفہ کوفی-اہلِ رائے کے امام-امام نسائی نے حفظ کی جہت سے انھیں "ضعیف" کہا ہے، اور ابنِ عدی وغیرہ نے۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کی دو فصلوں میں ان کا تعارف لکھا ہے اور ان کی توثیق و تضعیف کرنے والے دونوں فریقوں کا پورا کلام پیش کیا ہے۔"

جب ہم نے "میزان الاعتدال" کے مطبوعہ نسخوں میں موجود اس "تعارف" کی تحقیق روایت اور درایت دونوں جہتوں سے کی تو درجنوں ایسے دلائل و شواہد سامنے آئے جن کی روشنی میں ہم اس پختہ نتیجے تک پہنچے کہ یہ تعارف امام ذہبی نے نہیں لکھا ہے، بلکہ کسی دوسرے شخص نے لکھ کر اسے میزان الاعتدال میں داخل کر دیا ہے۔ اس لیے اسے حافظ ذہبی کی طرف منسوب کرنا اور اسے میزان الاعتدال کا حصہ قرار دینا بالکل غلط ہے۔ دلائل اور شواہد کی تفصیل یہ ہے:

(۱)-ظاہر سی بات ہے کہ امام ابو حنیفہ کا یہ تعارف نہ تو انصاف پر مبنی ہے اور نہ ہی ان کے لیے غیر مضر ہے، بلکہ ان کی تضعیف اور تنقیص پر مشتمل ہے، اس لیے حافظ ذہبی کی مذکورہ وضاحت کی روشنی میں یہ بات صاف ہے کہ یہ تعارف انھوں نے نہیں لکھا ہے -ورنہ اگر خود ان کے صریح ترین قول و عہد کے باوجود یہ تعارف ان کے قلم سے مانا جائے تو انھیں اپنے صریح عہد اور اصولوں کی خلاف ورزی کرنے والا ایک بے

اعتبارِ قلم کار اور لا یدری ما یخرج من راسه کا مصداق ماننا پڑے گا، جسے ذہبی کی عظمت اور دنیاے رجال میں ان کی سلطنت سے باخبر کوئی ادنیٰ طالب علم بھی ہرگز گوارا نہیں کر سکتا۔

(۲)- حافظ ذہبی نے مقدمے میں کہا ہے کہ میں اپنی اس کتاب میں ائمۂ متبوعین کا تذکرہ نہیں کروں گا اور بطور امثال امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام بخاری کا نام انھوں نے لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تین نام صرف بطور مثال ہیں۔ ورنہ ائمۂ متبوعین میں کوئی ایسا نہیں جس پر کسی نہ کسی محدث نے کلام نہ کیا ہو۔ امام مالک پر امام ابن ابی ذئب (۸۱ھ - ۱۵۹ھ) وغیرہ نے کلام کیا۔ امام شافعی پر امام یحییٰ بن معین نے جرح فرمائی۔ امام احمد بن حنبل کا امام حارث محاسبی (۱۶۵ھ -۲۴۳ھ) سے اختلاف مشہور ہے اور امام بخاری کو امام ابوزرعہ رازی اور امام ابوحاتم رازی نے "متروک" ٹھہرایا!!! [۱۸]

ان ائمہ میں کچھ وہ حضرات ہیں جن پر نہایت سخت جرحیں کی گئی ہیں، پھر بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان میں سے کسی کا تذکرہ "میزان الاعتدال" میں نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر امام ابو حنیفہ کا یہ تعارف حافظ ذہبی کا لکھا ہوا ہے تو سب پر جرح کے باوجود تمام ائمۂ متبوعین میں صرف امام ابو حنیفہ کی تخصیص بالذکر کی وجہ کیا ہے؟فهل من مجیب؟؟

(۳)- امام ابو حنیفہ کا یہ زیرِ بحث تعارف بمشکل ڈیڑھ دو سطر پر مشتمل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے ایسے راویانِ حدیث جو امام ابو حنیفہ سے ادون اور کم تر ہیں ان کا تعارف حافظ ذہبی نے کئی کئی صفحات میں لکھا ہے اور نقدِ رجال کی اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو بروے کار لاتے ہوئے اقوالِ جرح و تعدیل کا تجزیہ بلکہ محاکمہ بھی کیا ہے، اور جا بجا راوی کے بارے میں اپنا قولِ فیصل بھی سنایا ہے۔ مگر ہم یہ ڈیڑھ سطری پر اسرار عبارت دیکھتے ہیں تو اس میں امام ابو حنیفہ کا ایک عجیب و غریب تعارف ہے جو ذہبی کے اسلوب اور طرزِ تحریر سے میل نہیں کھاتا۔ اقوالِ جرح و تعدیل کا تجزیہ اور محاکمہ تو دور، اس میں نسائی اور ابن عدی وغیرہ کے ذریعہ امام ابو حنیفہ کی تضعیف کے مجمل اور مبہم تذکرے کے سوا کسی قول کا نام و نشان بھی نہیں اور یہی نہیں بلکہ آخر میں کسی فیصلے کی بجاے قاری اور ناظر کو تاریخِ خطیب (تاریخِ بغداد) کے حوالے کر دیا گیا ہے۔!!!

سوال یہ ہے کہ حافظ ذہبی جیسے صاحبِ بصیرت ناقد جنھوں نے امام ابو حنیفہ کو "تاریخِ اسلام" "سیر اعلام النبلاء" اور "تذکرۃ الحفاظ" وغیرہ میں "فقیہ الملت، امام، حافظ، معدّل اور امامِ جرح و تعدیل" قرار دیا ہے، بلکہ ان کے فضائل و مناقب پر الگ سے ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے، وہ ان کا ایسا گول مول، پر اسرار اور مبہم تذکرہ کیسے لکھ سکتے ہیں جس میں تضعیف و تنقیص کے ایک پہلو کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے؟؟ فاعتبروا یااولی الأبصار.

یہاں کوئی یہ نہ کہے کہ حافظ ذہبی کے نزدیک امام ابو حنیفہ "ضعیف" ہیں، اس لیے انھوں نے "میزان" میں امام ابو حنیفہ کا یہ تعارف لکھا ہے:

کیوں کہ ایسی بات کہنا امام ذہبی کے ساتھ ایک بھونڈا مذاق اور نقدِ رجال میں ان کی اجتہادی صلاحیتوں کے ساتھ استہزا کے سوا کچھ نہیں۔

☆مقدمۂ میزان میں وہ ثابت کرے کہ امام ابو حنیفہ اتنے عظیم الشان اور جلیل القدر ہیں کہ ضعیف اور مجروح رجال پر نقد و جرح کے دوران ان کا تذکرہ بھی نامناسب ہے، اگرچہ بعض اکابر محدثین نے ان پر جرح کی ہے۔

☆"تاریخ الاسلام، سیر اعلام النبلاء، تذکرۃ الحفاظ، تذھیب تھذیب الکمال، الکاشف اور ذکر من یعتمد قوله فی الجرح والتعدیل" وغیرہ اپنی کثیر تصنیفات میں وہ امام ابو حنیفہ کا تذکرہ اعلیٰ ترین الفاظِ توثیق و تعدیل کے ساتھ کریں۔

☆ان کے فضائل و مناقب پر مستقل کتاب تصنیف کریں اور سیر اعلام النبلاء میں امام ابو حنیفہ کا تفصیلی تعارف ان لفظوں پر ختم کریں: وسیرته تحتمل ان تفرد فی مجلدین — رضی الله عنه و رحمه۔ [۱۹]

(یعنی امام اعظم کی مکمل سوانح حیات اور فضائل و کمالات بیان کرنے کے لیے دو مستقل جلدیں درکار ہیں)

☆اپنے استاذ، امام ابو الحجاج المزی (۶۵۴ھ-۷۴۲ھ) کی تعریف و تحسین اس بات پر کریں کہ انھوں نے تھذیب الکمال میں امام ابو حنیفہ کے تفصیلی تعارف میں کوئی ایسی بات ذکر ہی نہیں کی جو ان کے "ضعف" کو مستلزم ہو۔ [۲۰]

ان سب کے باوجود اگر یہ کہا جائے کہ ان کے نزدیک امام حنیفہ "ضعیف" ہیں تو یہ ان کے اور ان کے علم کے ساتھ استہزا اور بھونڈا مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟؟

ایک تنبیہ: علامہ عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب "امام الکلام فی القراءة خلف الامام" کے حاشیہ "غيث الغمام" میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ثقاہت پر وارد ہونے والے اعتراضات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومنها: ان الذهبي ذكره في الضعفاء في ميزانه في حرف الألف بقوله: اسمعيل بن حماد بن أبي حنيفة ثلاثتهم ضعفاء . اهـ

"انھیں اعتراضات میں سے ایک یہ ہے کہ ذہبی نے اپنی میزان کے حرف الف میں امام ابو حنیفہ کو "ضعفا" (ضعیف رجال) میں شمار کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہے: اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفه، یہ تینوں "ضعیف" ہیں۔ (۲۱)

پھر علامہ عبدالحی نے اس اعتراض کے دو جوابات دیے ہیں۔

ان کی اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "ثلاثتهم ضعفاء" کے الفاظ حافظ ذہبی کے اپنے ہیں، جب کہ ایسا نہیں ہے۔ یہ حافظ ذہبی کا نہیں بلکہ حافظ ابنِ عدی کا قول ہے، جسے یہاں اسماعیل بن حماد کے تعارف میں ذہبی نے ابنِ عدی کی طرف صراحتاً منسوب کرتے ہوئے درج کیا ہے۔ ذہبی کے الفاظ یہ ہیں:

"اسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت الكوفي-عن أبيه عن جده-قال ابن عدى : ثلاثتهم ضعفاء"اھ. (۲۲)

بعینہ یہی عبارت "لسان الميزان" میں بھی ہے۔ (۲۳)

بلکہ "الكامل" میں حافظ ابنِ عدی کے الفاظ یہ ہیں:

"وثلاثتهم قد ذكرتهم في كتاب هذا في جملة الضعفاء." (۲۴)

حافظ ذہبی نے اس کی روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے "قال ابن عدي: ثلاثتهم ضعفاء" کہا ہے۔

غرض کہ یہ ذہبی کا نہیں بلکہ ابنِ عدی کا قول ہے جسے حافظ ذہبی نے صرف اسماعیل کا ضعف ثابت کرنے کے لیے یہاں بطور استشہاد درج کیا ہے۔ یہاں اسماعیل کے سوا کسی اور کی تضعیف مقصود نہیں۔

رہا حافظ ابنِ عدی کا تینوں کو "ضعیف" کہنا تو یہ یا تو ان کی اجتہادی خطا ہے یا پھر تعصب یا تشدد ہے۔ شاید ان کے اس طرح کے اقوال بھی ان اسباب میں سے ایک ہیں جنھوں نے امام محمد زاہد کوثری حنفی (۱۲۹۶ھ-۱۳۷۱ھ) کو "إبداء وجوه التعدي في كامل ابن عدي" لکھنے پر مجبور کیا۔ والله تعالیٰ أعلم.

(۴)-حافظ ذہبی کی عادت ہے کہ وہ میزان الاعتدال میں جس کا تذکرہ کرتے ہیں اس کے نام کے ساتھ نام والے حصے میں کرتے ہیں، مثلاً کسی کا نام میم سے شروع ہے تو حرف میم والے حصے میں اس کے نام کے ساتھ اس کا تعارف لکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا ہے جو اپنی کیفیت سے مشہور ہے تو میزان الاعتدال کے باب الكنىٰ یعنی کنیت والے حصے میں اس کی کنیت کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں۔

اپنی کنیت کے ساتھ مشہور بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا اصل نام یا تو نہایت غیر معروف ہے یا پھر معلوم ہی نہیں اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا نام بھی معلوم بلکہ مشہور ہے۔ انھیں میں امام حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ حافظ ذہبی میزان کے باب الكنى میں جب ایسے رجال کا ذکر کرتے ہیں تو ان کا تذکرہ مکرر ہو جاتا ہے، پہلی بار نام والے حصے میں اور دوسری بار کنیت والے حصے میں۔ حافظ ذہبی کنیت سے مشہور رجال کے بارے میں بالالتزام ایسا کرتے ہیں۔ (جاری)

---

(۱)۔صحيح مسلم، مقدمه، باب بيان ان الاسناد من الدين ، ص:۲۵، ناشر: بيت الأفكار الدولية للنشر والتوزيع ، الرياض. ١٤١٩ھ/١٩٩٨ء

(۲)۔مناقب سفيان الثورى، فصل في كلامه في الحث على العلم ، ص:۳۱

(۳)۔تفصیل کے لیے دیکھیں۔

١۔الكامل في ضعفاء الرجال، مصنف امام ابن عدي، جلد أول، ص:٦١-٦٣. ناشر: دار الفكر بيروت ، سن ندارد.

٢۔المتكلمون في الرجال.امام سضاوي. ص:٩٤ مشموله: أربع رسائل في علوم الحديث، تحقيقى: شيخ عبد الفتاح ابو غده . ناشر: مكتب المطبوعات الإسلاميه. حلب. شام. طبع پنجم ١٤١٠ھ/ ١٩٩٠ء. طابع: دار البشائر الإسلامية، بيروت، لبنان.

(٤)۔ميزان الاعتدال في نقد الرجال. مصنف: امام ذهبي. جلد اول. ص:١-٢. ناشر: دارالمعرفة بيروت. سن ندارد. تحقيق: على محمد البجاوى.

(٥)۔نوٹ: متقدمین و متاخرین کی تقسیم میری اپنی ہے، جو میں نے ائمہ علمِ رجال اور ان کی تصنیفات کے پیشِ نظر کی ہے۔ ویسے حدیث کی روایت و درایت کے اعتبار

سے محدثین میں "متقدمین" اور "متاخرین" کی ایک تقسیم امام ذہبی وغیرہ نے کی ہے جس میں حدِ فاصل ۳۰۰ھ کو قرار دیا ہے، یعنی ۳۰۰ھ سے پہلے کے محدثین "متقدمین" ہیں اور اس کے بعد کے سبھی محدثین "متاخرین" ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(٦)۔تدریب الراوی في شرح تقریب النوادی، مصنف: امام جلال الدین سیوطی شافعی. النوع الحادی والستون. ص: ١٠٠٨. ناشر: دار اب الجوزی، بیروت. طبع اول ١٤٣١ھ.

(٧)۔أیضاً.

(٨)۔ذیل تذکرۃ الحفاظ. مصنف امام سیوطی. مشموله: ذیول تذکرۃ الحفاظ. ص:٣٤٨ھ. ناشر: دار الکتب العلمیة بیروت. سن ندارد.

(٩)۔الدرر الکامنة في أعیان المئة الثامنة. مصنف: امام ابن حجر عسقلانی. ج:٤. ص:٦٢. ناشر: دار احیاء التراث العربي بیروت. سن ندارد.

(١٠)۔لسان المیزان. مصنف: امام ابن حجر عسقلانی. ج:٣. ص:٥٢٦. تحقیق و اعتنا: شیخ عبد الفتاح ابو غده. ناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیه، حلب/ دار البشائر الاسلامیه بیروت، بطع اول ١٤٢٣ھ/ ٢٠٠٢ء.

(١١)۔الرسالة المستطرفة لبیان مشهور کتب السنة المشرفة، ص:١٤٦، مطبوعه: دار البشائر الإسلامیة، بیروت، طبع پنجم ١٤١٤ھ/ ١٩٩٣ء.

(١٢)۔لسان المیزان، مقدمة المؤلف، جلد أول، ص:١٩١.

(١٣)۔الجواهر والدرر في ترجمة شیخ الإسلام ابن حجر. مصنف: امام سخاوي. الجزء الثانی، الباب الخامس: مصنفاتِ ابن حجر، ص:٦٨٣، مطبوعه: دار ابن حزم، بیروت، طبع اول، ١٤١٩ھ/ ١٩٩٩ء.

(١٤)۔١-لسان المیزان، مقدمة المؤلف، جلد أول، ص:١٩١-١٩٢.

٢-الجواهر والدرر، ص:٦٨٣.

(١٥)۔تعلیقات علی الرفع والتکمیل، ص:١٢٦-١٢٧. مطبوعه: دار البشائر الاسلامیة، بیروت. طبع هشتم ١٤٢٥ھ/ ٢٠٠٤ء

(١٦)۔میزان الاعتدال، مقدمة المؤلف، جلد أول، ص:٢٦، مطبوعه: دار الفکر بیروت، طبع اول ١٤٢٠ھ/ ١٩٩٩ء، تحقیق و تقدیم: صدقی جمیل العطار.

(١٧)۔١-میزان الاعتدال، حاشیه (هامش)، جلد دوم، ص:٥٣٤. ناشر: مطبع انوار محمدی، لکهنؤ، هند، طبع اول ١٣٠١ھ. باهتمام محمد تیغ بهادر لکهنوی.

٢- میزان الاعتدال، جلد سوم، ص:٢٣٧، ناشر: مطبعة السعادة مصر، اشاعت ١٣٢٥ھ طبع اول، تصحیح محمد بدر الدین النعسانی.

٣- میزان الاعتدال، جلد چهارم، ص:٢٦٥، ناشر دار المعرفة بیروت، سن ندارد، تحقیق علی محمد البجاوی.

٤- میزان الاعتدال، جلد چهارم، ص:٢٤٣-٢٤٤، مطبوعه: دار الفکر بیروت، طبع اول ١٤٢٠ھ/ ١٩٩٩ء، تحقیق و تقدیم: صدقی جمیل العطار.

(١٨)۔ان امور کی کچھ تفصیل کے لیے امام تاج الدین السبکی کا رسالہ "قاعدۃ فی الجرح والتعدیل" اور اس پر علامہ عبد الفتاح ابو غدہ کی تعلیقات دیکھیں، یہ رسالہ "اربع رسائل في علوم الحدیث" میں شامل پہلا رسالہ ہے۔ چار اہم رسائل کا یہ مجموعہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کی تعلیقات کے ساتھ دار البشائر الاسلامیہ، بیروت لبنان سے طبع ہوا ہے، ہمارے سامنے اس کا پانچواں ایڈیشن ہے جو ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء میں شائع ہوا ہے۔ نثار احمد۔

(١٩)۔سیر اعلام النبلاء، ج:٦، ص:٤٠٣، الطبقة الخامسة من التابعین. ناشر: موسسة الرسالة، بیروت، طبع دوم، ١٤٠٢ھ/ ١٩٨٢ء

(٢٠)۔تذهبی تهذیب الکمال، مصنف: امام ذهبی، ج:٩، ص:٢٢٥، ناشر: دار الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر، قاهره، مصر، طبع اول ١٤٢٥ھ/ ٢٠٠٤ء.

(٢١)۔غیث الغمام علی امام اللام. مصنف: علامه عبد الحی لکهنی، ص:١٤٥، مطبوعه: مطبع علوی(لکهنؤهند)، اشاعت:محرم ١٣٠٤ھ.

(٢٢)۔میزان الاعتدال، جلد اول، ص:٢٢٦، مطبوعه : دار الفکر، بیروت.

(٢٣)۔لسان المیزان، ج:٢، ص:١١٤، تعارف نمبر ١١٥٤.

(٢٤)۔الکامل في ضعفاء الرجال، الجزء الأول، ص:٣٠٨. تعارف اسماعیل بن حماد بن امام ابو حنیفه. مطبوعه دار الفکر بیروت، سن ندارد.

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

موبائل کے ذریعہ رویتِ ہلال کا حکم

(۱) امریکہ ایک وسیع و عریض ملک ہے، یہاں کے بلاد کے درمیان کے فاصلے طویل ہیں، اگر ایک دور دراز شہر میں رمضان کی رویت ہوئی، وہاں سے ایک یا دو صحیح العقیدہ ثقہ یا مستور الحال سنی نے فون پر قاضی کو خبر دی اور اپنی رویت کا بیان پیش کیا، قاضی کو اس کے بیان کے صدق پر اطمینان ہے، اور ایسی صورت میں دو شخصوں کے بیان و تصدیق پر قاضی نے رمضان کی رویت کا فیصلہ کر دیا تو ان کا یہ فیصلہ روزہ اور رمضان شروع کرنے کے لیے حجت اور عوام کے لیے واجب العمل ہوگا یا نہیں؟

(۲) اور ایسے ہی ۹/ اشخاص کے لیے فون پر بیان و تصدیق سے استفاضہ کرتے ہوئے عید اور دوسرے مہینوں کا قاضی نے اعلان کیا، تو وہ فیصلہ نافذ العمل ہوگا یا نہیں؟

(۳) فون پر نو (۹) افراد سے خبرِ استفاضہ حاصل ہوا (انھوں نے خبر دی کہ اپنی آنکھوں سے اس ماہ کا چاند دیکھا ہے) تو ان سب افراد کا عادل، ثقہ یا مستور الحال ہونا شرط ہے؟ یا غیر ثقہ سے یا بعض کا صحیح العقیدہ ہونا، نہ ہونا کچھ معلوم نہ ہو تو کیا تصدیق کے بعد ان سب سے بھی ثبوت حاصل ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

رمضان شریف کا چاند ایک مسلمان، عاقل، بالغ، غیر فاسق کے بیان سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے لیے شہادت و مجلس قضا کی حاجت نہیں، لہٰذا اگر کوئی سنی مسلمان جو بظاہر پابندِ شرع ہو، دوسرے شہر سے موبائل فون کے ذریعہ یہ بیان دے کہ "میں نے آج شام یا فلاں دن کی شام کو اس رمضان شریف کا چاند دیکھا" اور قاضی ادھر سے فون کر کے یا کسی اور ذریعہ سے تصدیق کر لے کہ یہ بیان واقعی اسی پابندِ شرع شخص کا ہے تو یہ بیان ثبوتِ رمضان کے لیے کافی ہے، قاضی اس کی بنا پر رمضان کے ثبوت کا اعلان کرے اور لوگ دوسرے دن سے روزے رکھیں۔

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ۲۹/ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر وغیرہ نہ ہو، اور اگر مطلع صاف ہو مگر وہاں کے لوگ رمضان کا چاند دیکھنے میں کاہل ہوں تو اس صورت میں کم از کم دو پابند شرع مسلمانوں کا بیان ضروری ہوگا، اگرچہ یہ بیان موبائل فون سے دیں، بس یہ تصدیق و اطمینان ہونا چاہیے کہ بیان انھیں دونوں پابند شرع مسلمانوں کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲، ۳) وہ نو (۹) افراد ثقہ، پابند شرع ہوں تو موبائل فون پر اس کی مصدقہ اطلاع خبرِ استفاضہ ہوگی اور قاضی اس پر اعتماد کر کے فیصلہ کر دے تو عید وغیرہ کے چاند کا شرعی ثبوت حاصل ہوگا۔

اور اگر خبر دینے والے کچھ افراد پابندِ شرع نہ ہوں، ہاں یہ اطمینان ہو کہ وہ سچے ہیں، سچ بولنے کے عادی ہیں تو بارہ تیرہ افراد کا چشم دید بیان درکار ہوگا۔

راقم الحروف کا معمول یہ ہے کہ چاند دیکھنے والوں سے بسم اللہ پڑھوا کر حلفیہ بیان لیتا ہے، بیان دینے والے عموماً علما، حفاظ و صلحا ہوتے ہیں اور عموماً ۱۵/ یا زائد افراد سے بطور مذکور بیان لیتا ہے، یہ برائے احتیاط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کسی مکتب کو مسجد میں تبدیل کرنا کیسا ہے؟

زید اپنے ہی گاؤں میں رہنے والے چھوٹے چھوٹے بچوں کو دینی تعلیم سکھانے کے لیے اپنی زمین غالباً ۲۰/ یا ۲۲/ سال پہلے مکتب کے نام پر وقف کیا جو کہ سرکاری اسٹامپ پیپر اور کیوالہ (رجسٹری پیپر) پر مکتب کا نام واقف کی مرضی سے مدرسہ امام العلوم رکھا گیا، جس کی رسید بدستور کٹ رہی ہے۔ جب سے مدرسہ قائم ہوا ہے اسی وقت سے بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ گاؤں میں مسجد نہ ہونے کی وجہ سے پنج وقتہ نماز با جماعت اذان کے ساتھ ہو رہی ہے، جب کہ نمازِ جمعہ قائم نہیں ہے۔ اب جب کہ گاؤں کی بڑھتی آبادی کے مدِ نظر مسجد کی حاجت ہو رہی ہے،

جس کے لیے گاؤں کے دیگر لوگ مسجد بنانے کے لیے اپنی زمین وقف کرنا چاہ رہے ہیں۔ لیکن زید کی خواہش ہے کہ میری ہی وقف شدہ زمین پر عمارت بناکر مدرسہ کی جگہ مسجد قائم ہو، تو کیا مدرسے کی جگہ پر مسجد قائم ہو سکتی ہے اور کیا کوئی ایسا شرعی مسئلہ ہے کہ واقف اللہ کے لیے کوئی اپنی چیز یا زمین وقف کرنے کے بعد بھی حقِ ملکیت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ اور اپنی مرضی سے جب چاہے وقف کرکے مدرسے کی جگہ مسجد اور مسجد کی جگہ مدرسہ یا اور کوئی چیز بنادے۔ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرماکر شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

الجواب

زید نے جب اپنی زمین مکتب کے لیے وقف کی اور ایک عرصہ سے وہاں مکتب قائم بھی ہے تو وہاں سے مکتب ہٹاکر مسجد بنانا حرام و گناہ ہے کہ یہ وقف کو بدلنا ہے جو جائز نہیں، فقہا فرماتے ہیں کہ وقف کا مقصد باقی رکھتے ہوئے صرف اس کی ہیئت بدلنا بھی جائز نہیں تو جہاں وقف کی ہیئت بھی بدل جائے اور مقصد بھی بدل جائے وہاں بدرجۂ اولیٰ ناجائز و گناہ ہوگا۔ فتاویٰ عالم گیری، اخیر کتاب الوقف میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ فلا یجعل الدّار بستانًا و لا الخان حماماً و لا الرباط دکانا.

زید نے جب زمین مکتب کے لیے وقف کرکے ذمہ داروں کے حوالے کر دی تو وہ وقف تام اور لازم ہوگیا، اور اسی کے ساتھ وہ زید کی ملک سے نکل کر خالص خداے قدیر کی ملک ہوگیا، اور اب اس زمین میں زید کے لیے کوئی تصرف مالکانہ حلال نہیں کہ جب مالک نہ رہا تو اس میں اسے تصرف کا کیا حق۔ زید پر فرض ہے کہ اب مکتب کو مکتب ہی رہنے دے اور اسے مسجد کر دینے کے ارادے سے باز آکر تائب ہو۔

اب زید یا کوئی اور دوسری زمین مسجد کے لیے وقف کرکے اس کو ذمہ داروں کے حوالے کر دے تاکہ اس پر تعمیر مسجد ہو سکے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

بکرے یا مرغ کی کھال آگ میں جلا کر کھانا کیسا ہے؟

(۱) حضور بکرے کی سری اور مرغے کی چمڑی کو آگ میں سکائی کرکے بال و پر جلا دیے جاتے ہیں، اس کو کھانا کیسا ہے؟

(۲) حضور ڈاکٹر کے کہنے پر جانچ کے لیے منی نکالنا کیسا ہے؟

(۳) اور مریض کو خون دینا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) حلال و جائز ہے کہ ذبح کے بعد کھال بھی پاک ہو جاتی ہے اور اس کے کھانے سے کہیں ممانعت نہیں فرمائی گئی، نہ اس میں ممانعت کی کوئی علت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مریض کی جان بچانے کے لیے خون دینا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

فوٹو اور ویڈیو بنوانے والے امام کی اقتدا کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ جو علماے کرام عام جلسوں اور جلوسوں میں فوٹو اور ویڈیو بنواتے ہیں؟ ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا اور ان کے بیانات سننا کیسا ہے؟

الجواب

جو علما شوق کے ساتھ بر سرِ عام فوٹو اور ویڈیو بنواتے ہیں وہ نماز تو پڑھتے ہیں، مگر امامت کے لیے آگے نہیں بڑھتے، ابھی ان کے سینوں میں اس قدر خوفِ خدا باقی ہے۔ اور جو علما امامت کے لیے آگے بڑھتے ہیں وہ شوق سے بر سرِ عام ویڈیو اور فوٹو نہیں بنواتے، ہاں لوگ ان کی مرضی کے خلاف بنا لیتے ہیں، بہت ایسا ہوتا ہے کہ وہ منع کرتے ہیں، پھر بھی لوگ خاموشی کے ساتھ ان کا فوٹو لے لیتے یا ویڈیو بنا لیتے ہیں، اس میں قصور فوٹو اور ویڈیو بنانے والوں کا ہے، علما کی مجبوری یہ ہے کہ وہ دین کی تبلیغ کے لیے جلسوں میں جاتے ہیں اگر وہ جانا چھوڑ دیں تو رہی سہی متاعِ دین اور دانش بھی جاتی رہے۔ مزاراتِ اولیا پر نامحرم عورتوں کی بے حجاب اور بے باکانہ حاضری سب کو معلوم ہے، مگر حصولِ برکت کے لیے مردوں کو وہاں حاضری کی اجازت ہے کہ آدمی خود ہدایت پر قائم ہو تو دوسرے کی گم راہی اسے ضرر نہ دے گی، تبلیغِ دین کا مرتبہ حصولِ برکت سے بھی اونچا ہے تو دوسرے کے ممنوع کام کی وجہ سے اسے روکا نہ جائے گا اور مجبوری کی صورتیں الگ ہیں جو علما سمجھتے ہیں۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر   گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

ہم نے ہر گوشے پر روشنی ڈال دی ہے، آپ غور کریں گے تو آپ کی الجھن ان شاء اللہ دور ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فکرِ امروز

مایوس لوگوں کے لیے بقا کی امید

ظہور احمد دانش

ایک لفظ جو ہم نے پڑھا بھی ہوگا اور سنا بھی ہوگا اور اس کے نتائج سے بھی ہم آگاہ ہیں۔جی ہاں لفظ "مایوسی "یعنی "شکستہ دلی "۔آج معاشرے میں بہت تیزی کے ساتھ مایوسی پھیلتی چلی جارہی ہے۔امید اور حوصلہ مندی کی قوت زوال پزیر ہوتی چلی جارہی ہے۔یہ کیفیت انسان کو جسمانی اور روحانی اعتبار سے بہت سے نقصانات پہنچارہی ہوتی ہے۔سب سے پہلے تو ہم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مایوسی میں انسانی کیفیت کیا ہوتی ہے۔جو انسان مایوس ہوتا ہے وہ اداسی محسوس کرتا ہے کسی کام میں دل نہیں لگتا، رونے کو دل کرتا ہے مایوسی انسان کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔چہروں پر ہیجانی کیفیت، ماتھے پر پڑی سلوٹیں ، انگلیوں کے ناخنوں کو دانتوں سے کاٹتا ہوا انسان، کہیں دفتر میں بیٹھا شخص پاؤں ہلاہلا کر اندر کی اضطرابی کیفیت کو کم کرنے کی کوشش کرتا نظر آتا ہے تو کہیں راتوں کی نیند اُڑ جاتی ہیں۔لہجوں کی تلخی، غصہ اور بات بات پر اُلجھنے کی کیفیت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ یہ شخص مایوسی کا شکار ہوچکا ہے۔اس کی امیدوں کا مسکن آتشدان بن چکا ہے۔اندر کا موسم اس قدر پژمردہ ہوچکا ہے کہ باہر کا موسم بھی بھلا نہیں لگتا۔

مایوسی کے شکار افراد ہر چیز میں اُمید سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔اسی طرح ان میں ماضی کی غلطیوں پر پچھتاوے کا احساس بھی بڑھ جاتا ہے۔ہر سماجی طبقے کے اپنے حالات اور مسائل ہوتے ہیں نفسیاتی مسائل ہر طبقے میں ہر عمر کے لوگوں میں ہوتے ہیں۔جن میں بچے بھی شامل ہیں۔پاکستان میں خصوصاً ٹین ایجرز میں ڈپریشن بتدریج بڑھتی جارہی ہے۔جو کہ قابل تشویش امر ہے۔

آج دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔پل دو پل میں ملک بہ ملک خبریں گردش کرتی چلی جاتی ہیں ۔اگر ہم ٹی وی چینلز دیکھیں یا پھر اخبار نظر سے گزرے ہمیں خودسوزی کرنے یا خودسوزی کی کوشش کی خبریں ملتی ہیں۔ ایسی خبریں انہی معاشروں میں جنم لیتی ہیں جہاں مایوسی عام ہوتی چلی جاتی ہے ۔ایک اندازے کے مطابق دنیا بھر میں سالانہ دس لاکھ افراد خودکشی کرتے ہیں اور ایک سے دو کروڑ افراد خودکشی کی کوشش کرتے ہیں ۔ اگر اس باغی فکر کے متعلق تحقیق کریں تو ایک قدر مشترک نظر آتی ہے اور وہ مایوسی ہے۔جو انھیں اس غلط اقدام کی جانب گامزن کرتی ہے۔

محترم قارئین!!نہایت ہی آسان اور سہل انداز میں مایوسی کی تعریف سمجھ لیں کہ "اگر کوئی شخص کسی چیز کی خواہش کرے اور کسی وجہ سے وہ خواہش وہ تمنا پوری نہ ہوسکے تو اس کے نتیجے میں اس کے دل ودماغ میں جو تلخ احساس پیدا ہوتا ہے، اسے مایوسی کہتے ہیں۔اسے مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔جیسے آپ کسی ادارے میں ملازم ہیں لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود progress نہیں کررہے۔اب جمود انسان کے اندر ایک تلخ احساس پیدا کرتا ہے اور پھر بتدریج انسان مایوسیوں کی تاریک وادی کا مسافر بنتا چلا جاتا ہے۔لوگوں سے وابستہ امیدوں کا پورا نہ ہونا بھی انسان کو مایوسی کی طرف دھکیل دیتا ہے۔معاشرتی زندگی پر نظر دوڑائیں تو مایوسی کی سینکڑوں مثالیں گردش کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

آپ اگر مایوسی کا شکار ہیں۔مایوسی نے شب و روز کا سکھ وچین برباد کردیا ہے۔تو ایسے میں مطالعہ ،مشاہدہ اور تجربہ کی روشنی میں کچھ چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں جو ہمیں اس بھنور سے نکال سکتی ہیں اس کیفیت کے لیے تریاق ثابت ہوسکتی ہیں۔

قوتِ ارادی:کسی چیز ،فرد یا مسئلہ کی بنا پر کسی بھی فرد کو مایوسی ہوجائے یہ بشریت کا تقاضا ہے۔ایسا ہوتا بھی ہے اور جب تک انسان ہے تب تک ایسی کیفیت کا بننا یا ہونا کچھ عجب نہیں۔ہم نے مایوسی کی وجوہات پر غور کرلیا اب ہم اس کے حل کی جانب آتے ہیں۔آپ کسی طور پر بھی مایوسی کا شکار ہیں تو سب سے پہلا اقدام قوتِ ارادی ہے۔ مضبوط جذبہ کے ساتھ یہ عزم کرلیجئے کہ جس معاملہ میں مایوسی کا شکار ہوں ہر حال میں مجھے اس احساس سے نکلنا ہے۔

لامتناھی خواھشات سے گریز:کسی خواہش کا جنم لینا اور اس میں دلچسپی لینا ایک فطری امر ہے۔ لیکن اگر یہی خواہشات لامتناہی ہوجائیں، ان کی کوئی حد نہ ہو تو کچھ بعید نہیں کہ زیادہ بڑی خواہشات اور نامعقول تمنائیں مایوسی کی چادر وسیع کردیں ۔ ہمارے آگے بڑھنے کے

جذبات سرد پڑھ جائیں اور خواہشات بھی کرچی کرچی ہوجائیں ۔ایسے میں اپنی زندگی کا یہ اصول بنالیں کہ خواہش پوری ہوجائے تو بہت عمدہ اور اگر نہ پوری ہوں تو ان کے ادھورے رہنے کے عوامل پر غور کریں تاکہ آپ ملنے والے نتائج پر غور کرسکیں اور آپ مایوسی کا شکار بھی نہ ہوں۔

توقعات اور امیدیں !!فرد سے افراد اور افراد سے معاشرہ بنتا ہے ۔چنانچہ انسان کا انسان سے واسطہ پڑتا ہے ۔کبھی ہم کسی کے ساتھ نیکی کرتے ہیں ۔کسی پر احسان کرتے ہیں ۔کسی کی مشکل گھڑی میں کام آتے ہیں ۔ایسے میں دل و دماغ پر ایک امیدوں کی لمبی فہرست بنتی چلی جاتی ہے ۔جب لوگ ہماری امیدوں پر پورا نہیں اترتے تو ہم مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں جوکہ کوئی خیر کی خبر نہیں ۔خوش رہنا چاہتے ہیں تو پھر دوسروں سے بڑی بڑی توقعات رکھنا ترک کردیں ۔آپ نے اگر کسی کے ساتھ بھلا کیا اس کی توقع پر پورے اترے تو اسے اللہ عزوجل کا فضل سمجھتے ہوئے ثواب کی امید رکھیے نہ کہ انسان سے بدلے کی توقع۔

مایوسی پھیلانے والے ذرائع سے دور رہنے کی کوشش !!انسان جس چیز کا مطالعہ کرتا ہے یا کثرت کے ساتھ جو مناظر ملاحظہ کرتا ہے یا جیسوں کی صحبت اختیار کرتا ہے ۔وہ چیزیں اس کے دل و دماغ پر گہرے نقوش ثبت کرتی ہیں ۔کوشش کریں سنسنی پھیلانے والے ،ناامیدی پھیلانے والے لٹریچر ،ذرائع اور ایسی صحبت سے بھی اجتناب کریں ۔آپ مضبوط اعصاب انسان ہیں لیکن جب کسی چیز کے متعلق تکرار کے ساتھ کوئی بات ہوتی ہے تو انسان اس کا اثر ضرور لیتا ہے ۔ہمارے ارد گرد ایسا طبقہ موجود ہے جو ناامیدی اور مایوسی پھیلاتا ہے ۔کبھی ملکی حالات کے نام پر ،کبھی معاشی پسماندگی کے نام پر ،کبھی نظام کو کوستے ہوئے تو کبھی مذہبی اساسوں کو کریدتے ہوئے ہمارے عزائم کو متزلزل کررہا ہوتا ہے ۔ہمیں ایسوں کی صحبت سے بچنا ہوگا۔

خود احتسابی کا ظرف پیدا کیجیے !!دنیا میں ترقی کرنے والے افراد کی فہرست نکالیں تو آپ کو ان میں ایک قدر مشترک نظر آئی گی ۔ان لوگوں نے نہ نظام کو کوسا ،نہ دوسروں پر الزام ڈالا بلکہ خود احتسابی کی ۔اپنے نظریے ،اپنی فکر ،اپنے تجربے میں رہ جانے والی کمی کو دور کرنے کی کوشش اور پھر یہ اپنے وقت کے درخشندہ ستارے بن گئے ۔اگر یہ اپنی ہر ناکامی کو دوسروں سے منسوب کرتے رہتے تو پھر یہ تنقید اور الزامات کے گرداب میں پھنسے رہتے ترقی نہ کرتے ۔ہم اگر چاہتے ہیں کہ ہم مایوسی سے نکل جائیں تو ہمیں ہر معاملے میں سازشی ذہن اور سازشی فکر کو جھٹکنا ہوگا ۔مثبت فکر اختیار کرنا ہوگی ان شاء اللہ عزوجل یہ طرز زندگی آپ کے اندر امید اور حوصلہ پیدا کرے گا۔

مسائل پر مایوس نہ ہوں بلکہ حل تلاش کریں!! بے روزگاری ،معاشی مسائل وغیرہ بھی مایوسی کی فضا قائم کرتے ہیں ۔ایک طبقہ ایسا ہے کہ جو ان مسائل پر ہی کڑھتا رہتا ہے ۔حالانکہ عقل مند لوگ مسائل کا سامنا کرتے ہیں اور ان کا حل سوچتے ہیں ۔اگر حالات کے سامنے جھکنے کی عادت بن گئی تو مایوسی اپنا دائرہ وسیع کرتی چلی جائے گی اور کچھ بعید نہیں کہ انسان زندگی سے ہی ہاتھ دھوڈالے ۔ٹی وی چینلز ،اخبارات وغیرہ میں ایسی خبریں ملتی ہیں کہ بے روزگاری سے تنگ آکر فلاں نے خود سوزی کرلی ،فقر و فاقہ کی وجہ سے فلاں نے اپنی بچی یا بچے کا قتل کرکے خود بھی خودکشی کرلی ۔یہ مسائل کا حل نہیں ۔مایوسی کو طاری کرنے سے یہ مستقل طاری ہوتی چلی جاتی ہے۔

خوش رہنا سیکھیں !!!خوشیوں کا نہ ہی کوئی سائز اور نہ ہی ان کی پیمائش کی جاسکتی ہے ۔خوشی ایک احساس ہے ۔محسوس کرنے والا اسے محسوس کرتا ہے ۔اگر ہم یہ سوچیں کہ جو ہماری تمام خواہشات پوری ہوں تو ایسا ممکن نہیں اور نہ ہی سب کچھ ہمارے تحت قدرت ہے ۔چنانچہ عقلمند اور سمجھدار لوگ جو میسر ہوتا ہے اسی پر خوش ہوتے ہیں اور زندگی کی محرومیوں کے زخموں پر صبر و شکر کا مرحم رکھتا ہے ۔اپنی زندگی میں آنے والی ہر اچھی اور خوش کردینے والی بات پر خوش مسکرایئں تحدیثِ نعمت کے طور پر دوسروں سے ذکر بھی کرسکتے ہیں اس سے آپ کی شخصیت میں موجود محرومی و مایوسی ختم ہوتی چلی جائے گی ۔یاد رکھیں ایسے لوگوں کی رفاقت اختیار کریں جو زندہ دل ،حوصلہ مند اور خوش مزاج ہوں۔

اللہ عزوجل کی رضا پر راضی رہنا سیکھو!!

کسی بھی وقت کسی بھی شخص کو کوئی بھی پریشانی پیش آسکتی ہے ۔لیکن ان پریشانیوں سے حوصلے پست کرکے خود سوزی ،خودکشی مسئلے کا حل نہیں ۔بلکہ یہ سراسر حماقت ہے ۔اس رویہ اس مزاج کی اسلام بارہا تردید کرتا ہے ۔بلکہ ایسوں کے لیے سخت وعیدیں ہیں ۔اسلام مکمل دستورِ حیات ہے ۔ہر ہر مقام پر مشفق سائبان کی طرح رہنمائی فرماتا ہے ۔ایک مسلمان محرومیوں اور پریشانیوں میں بھی شکر و صبر کرتا ہے ۔ایک چھوٹی سی مثال سے سمجھیں کہ عقلمند شخص آدھے گلاس میں پانی دیکھ کر شکر کرتا ہے کہ آدھا گلاس پانی تو ہے ،اس غم میں نہیں گھلتا کہ باقی آدھا خالی کیوں ہے ؟ بات سوچ اور فکر کی ہے ایک معاملہ کو دو انداز میں دیکھا جاسکتا ہے اور ان کے دیکھنے کے اعتبار سے نتائج بھی مختلف ہوں گے ۔بس اللہ عزوجل کی رضا پر راضی ہونا اپنی عادت بنالیں ۔ان شاء اللہ عزوجل !کبھی مایوسی آپ کا رخ نہیں کرے گی۔

☆☆☆

شعاعیں

غیبت اور اس کے مہلک اثرات

سید شاہ محمد حسنین رضا قادری رحمانی

تاجدارِ مدینہ ﷺ نے حضراتِ صحابہ سے استفسار فرمایا: تمھیں اس کا علم کیا ہے؟ صحابہ نے عرض فرمایا: اللہ و رسولہ اعلم۔ اللہ جل شانہ اور اس کے علیہ الصلاۃ والسلام زیادہ جاننے والے ہیں۔ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "غیبت" یہ ہے کہ تم اپنے مومن بھائی کے تعلق سے اسکا ذکر اس طرح کرو کہ جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ صحابہ عرض گذار ہوئے، جس امر کا ذکر کیا جارہا ہے اگر وہ امر اس میں موجود ہو تو؟ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم جو بات اپنے مومن بھائی کے تعلق سے کہہ رہے ہو، اگر وہ اس کی ذات میں پائی جاتی ہے تو "غیبت" ہے ورنہ تو "بہتان" ہوگا۔

غیبت و بہتان کے درمیان واضح فرق:

کسی شخص کے حقیقی عیب کو بیان کرنا "غیبت" ہے۔ اور کسی شخص پر مصنوعی (بنائی ہوئی)، موضوعی (گڑھی ہوئی) اور غلط بات منسوب کرنا "بہتان" ہے۔ غیبت میں صداقت و سچائی ہوتی ہے مگر وہ عندالشرع حرام ہے۔ نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ ہر حق و صداقت کا بیان کرنا حلال نہیں ہوتا مثلاً کوئی شخص اگر اپنی ماں کو مخاطب کرکے کہے کہ "میرے ابو کی بیوی" اس کا یہ جملہ صدق کے میزان پر بالکل صحیح ہے۔ مگر عندالمعاشرہ اسے گستاخ و بے ادب کہا جائے گا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ اگر اس کے ابو کی زوجہ نہیں ہے تو ماں کیسے؟ اس کا یہ جواب ہوگا کہ اس کا جملہ حق و صداقت پر مبنی ہے لیکن اپنی والدہ کو اس جملہ سے مخاطب کرنا بے ادبی ہے یعنی ہر وہ امر جو حق و صداقت پر کامل ہو اس کا ہر وقت بیان کرنا بھی ممنوع ہے۔

اس طرح کا معاملہ "غیبت" میں آتا ہے کہ متکلّم اپنے مومن بھائی کے تعلق سے جس امر کو بیان کررہا ہے۔ اگر حقیقتاً وہ امر اس کے اندر موجود ہے تو "غیبت" ہے "غیبت" میں ایک گناہ اور "بہتان" میں مضاعف دوگناہ ہے۔

حضرت مولانا محمد امجد علی مصنف "بہار شریعت" "غیبت" کی تعریف میں اس طرح رقم طراز ہیں: کسی شخص کے پوشیدہ عیوب بہ نیت برائی بیان کرنے کو "غیبت" کہتے ہیں۔

اعتراض و جواب: حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "غیبت" کے تعلق سے خود ہی اعتراض وارد کرکے اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

اعتراض۔ کسی کے روبرو اس کے عیوب کو بیان کرنا حرام ہے کیوں کہ روبرو اس کو تکلیف ہوگی جب کہ اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنے سے اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی کیوں کہ اس کو اس کی اطلاع نہیں ہوگی۔

جواب۔ اللہ تعالیٰ کا ارشا گرامی ہے۔

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ○

(پ۲۶/ سورۃ الحجرات / آیت ۱۲)

کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔ (از ترجمہ کنزالایمان)

لفظ "میتا" کی قید سے یہ اعتراض رفع ہوجاتا ہے اور وہ یوں کہ مردہ بھائی کے جسم کے گوشت کو کھانے سے بظاہر کھانے والے کو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی حالاں کہ اس کا یہ نہایت قبیح فعل ہے۔ اگر مردہ کو علم ہو جائے کہ میرا گوشت کھایا جارہا ہے تو اسے ضرور تکلیف محسوس ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی کی غیر موجودگی میں اس کے عیوب بیان کیے جائیں تو اسے تکلیف ہوگی اور اس کا عیب بیان کرنا حرام ہوگا۔

حضرت امام احمد بن حجر مکی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: کسی شخص کی بدی کو واضح کرنے میں خواہ قائل سچا ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا شمار غیبت میں ہوتا ہے۔ غیبت کو حرام قرار دینے میں یہ حکمت پنہاں ہے کہ عزت مومن میں اضافہ مضمر ہے اور اس میں یہ اسلامی امر پوشیدہ ہے کہ مومن کی عزت و حرمت اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں تاکید بلیغ کی گئی ہے۔

عزت مومن کو "لحم میتۃ" سے تشبیہ دینے کی علت یہ ہے کہ کسی مومن کی بے حرمتی سے اس کو اسی طرح تکلیف ہوگی جس طرح کوئی اپنے بھائی کے گوشت کو تراش کر کھائے تو اس بھائی کو اِس سے تکلیف محسوس ہوگی۔

مسلمان کا گوشت: آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ جب سفر جہاد فرماتے تو خوشحال مسلمان کے ساتھ ایک مفلوک

حال مسلمان کو ان کی خدمت کے لیے تعین فرمادیا کرتے تھے تاکہ ان دونوں کی ہمراہی میں اس مسلمان کی بھی کفالت ہو جائے گی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم راہ دو غلام فرمادیا۔ دوران سفر آپ پر نیند کا غلبہ غالب ہو گیا۔ کھانا تیار نہ فرما سکے۔ اس وقت ان دونوں مجاہدین حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کے اپنے خادم خاص حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضرت اسامہ کی خدمت میں تشریف لائے تو کھانا ان کے پاس موجود نہیں۔ سب کا سب صرف ہو چکا تھا حضرت واپس تشریف لے آئے اور ان دونوں ہمراہیوں کو حالات سے واقفیت فرمادی اور اس وقت ان دونوں نے کہا کہ اسامہ نے "بخل" (کنجوسی) سے کام لیا ہے۔ جب ان دونوں نے بارگاہ رسالت کی حاضری کا شرف حاصل کیا۔ تو پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ میں تمھارے منہ میں گوشت خوری کی علامت پا رہا ہوں۔ وہ دونوں عرض گذار ہوئے ہم لوگوں نے گوشت کھایا ہی نہیں ہے۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ تم نے "غیبت" کی اور جو شخص کسی مومن بھائی کی "غیبت کر رہا ہو تو یوں سمجھو کہ اس نے اپنے مسلم بھائی کا گوشت کھایا۔ ان دونوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے ایک غلط تصور قائم کر کے آپ کے عقب میں آپ کی طرف "بخل"" کو منسوب کیا تھا۔ ان دونوں کا اتنا کہنا "غیبت" میں شمار ہو گیا۔ یہاں سے "علم غیب" نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واضح طور پر اظہار ہو رہا ہے۔ کہ ان دونوں نے اپنے خیمہ کے حوالیات میں صفت "بخل" کو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ سرکار نے اپنے علمی توانائی سے "غیبت" کو معلوم فرمالیا۔

غیبت ایسی بلائے بد اور آفت شر ہے کہ اکثر لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں۔ ننگی تہذیب ہو یا غیر صالح معاشرہ اسی "غیبت" کی بنیاد پر جنگ و جدال اور فتنہ کی منحوس لعنت میں گرفتار ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ جب میں معراج کی رات گذر رہا تھا۔ تو اس وقت گذر گاہوں میں ایسے رجال و نساء کے قریب سے گذرا جو سر کے بل لٹکے ہوئے تھے۔ سرکار فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل! یہ کون شخص ہیں؟

حضرت جبرئیل نے ارشاد فرمایا: یہ روبرو عیب لگانے والے اور غائبانہ بدی سے یاد کرنے والے ہیں۔ ان کے تعلق سے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔

نورانیت: غیبت کے عذابوں میں سے ایک عذاب یہ بھی ہے کہ غیبت کی گندگی کے باوجود نماز و روزہ تو ادا ہو جاتا ہے لیکن اس کی نورانیت سے قلب و باطن منور نہیں ہو پاتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو روزہ دار جب نماز ظہر و عصر سے فارغ ہوئے تو پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: نماز کا اعادہ کرو اور روزہ کی تکمیل کرو۔ یعنی دوسرے ایام میں روزہ کی قضا کرو۔ ان دونوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ حکم آپ نے کیوں عطا فرمایا؟ سرکار نے ارشاد فرمایا: تم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔

غیبت عبادت کی مقبولیت کے لیے ایک عظیم سدراہ ہے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان گرامی ہے: روزہ سپر ہے جب تک اسے قطع نہ کیا ہو۔ صحابہ نے عرض فرمایا: کس چیز سے قطع کرے گا؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جھوٹ یا غیبت سے یعنی صوم کی ادائیگی اس وقت ہوگی جب اپنے زبان کو لغو و فضول باتوں سے محفوظ نہ کرے۔ جھوٹ یا غیبت ان اقسام کی لغویات یا فضولیات سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کراہیت آجاتی ہے لیکن روحانیت غیبت سے ختم ہو جاتی ہے۔ عبادت کا نور اس کے قلب ورو سے روانہ ہو جاتا ہے نورانیت مفقود ہو جاتی ہے۔ روزہ ہو یا نماز یا دیگر عبادت ان کی نورانیت سے قلب اس وقت منور و تاباں ہوگا جب کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے دائرہ میں عبادت کی جائے اگر اس انداز سے عبادت کی گئی تو قلب و باطن میں روحانی نور اور ظاہری وجود پر طاعت نور کی شعاع جلوہ بار نظر آئے گی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ دربار رسالت میں حاضر تھے ایک شخص مجلس سے رخصت ہو کر روانہ ہو گیا بعد روانگی ایک شخص نے اس کی "غیبت" کی۔ نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: خلال کرو۔ اس شخص نے عرض کیا میں نے گوشت تناول نہیں کیا ہے۔ خلال کیوں کروں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے یعنی "غیبت" کی ہے۔

اس حدیث طیبہ سے ہمیں یہ درس حاصل ہوتا ہے کہ "غیبت"" نور روحانی کا سم قاتل ہے۔ اس کے دفعیہ کی مسلسل جدوجہد کرتے رہنا رضائے رحمٰن کا زینہ ہے۔

گوشت کا پیٹ سے نکلنا: ام المؤمنین حضرت ام سلمیٰ سے کسی نے "غیبت" کے متعلق سوال کیا؟ اس وقت حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن میں صبح بیدار ہوئی سرکار نماز فجر کے لیے

تشریف لے گئے تھے۔ اسی میں انصار کی عورتوں میں سے ایک ہم سایہ عورت میرے قریب آگئی اور چند عورتوں اور مردوں کے تعلق سے "غیبت" میں ملوث ہوگئی، اسی دوران سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے، ان کی آمد پر ہم دونوں خاموش ہوگئیں، حضور علیہ الصلوٰۃ واسلام اپنے حجرۂ مبارک کے دروازے پر قیام فرماکر اپنی ردائے پاک کے ایک گوشہ کو اپنی بینئی مبارک پر رکھ کر ارشاد فرمایا: کہ تم دونوں جاؤ اور قے کرکے منہ صاف کرلو۔ حضرت ام سلمٰی فرماتی ہیں کہ میں نے قئے کی تو منہ سے کثیر تعداد میں گوشت برآمد ہو رہا تھا اسی طرح ہمسایہ عورت کو بھی ہوا حضرت ام المؤمنین ام سلمٰی نے گوشت کے برآمد ہونے کی وجہ دریافت فرمائی تو سرکار نے جواباً ارشاد فرمایا: یہ گوشت اس شخص کا ہے جس کی تم نے "غیبت" کی ہے۔

مردار کا کھانا: حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج "جہنم" میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو مردار کھا رہے تھے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے دریافت فرمایا: کہ یہ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل نے ارشافرمایا: یہ وہ ہیں جو انسانوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ یعنی "مرض غیبت" کے مریض تھے۔

سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اور شخص کا معائنہ فرمایا جو سرخ رنگ کا تھا اور اُس کی آنکھیں حد درجہ پیلی تھیں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں یعنی اونٹنی کے پیر کو قطع کیا تھا یہ شخص قوم ثمود کا انتہائی درجہ کا شریر نفس اور خبیث فطرت تھا اس کا نام قدار بن سائف تھا۔

غیبت کا انجام: حضرت سیدنا حاتم اصم علیہ الرحمہ کا فرمان گرامی ہے کہ مغیب کو بہ شکل بندر، حاسد کو بہ شکل خنزیر، دروغ گو کو بہ شکل کلب (کتا) مسخ کرکے جہنم رسید کیا جائے گا۔

ایمان پر خاتمہ نہ ہونے کا اندیشہ: حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمہ فرمان گرامی ہے کہ کوہِ بستان میں چند اولیاے کرام کی ہم نشینی کا موقع فراہم ہوا۔ ان صالحین میں ایک نے مجھے وصیت فرمائی کہ جب تمہیں لوگوں سے ملاقات کا اتفاق ہو تو ان چار امور کی نصیحت کرنا (اوّل) شکم سیر ہوکر کھانے والا عبادت کی لذت سے محروم ہو جائے گا (دوم) نوم کثیر سے برکت عمر مفققود ہو جائے گی (سوم) جو شخص فقط لوگوں کی خوشنودی کا طلب گار رہے گا اس کو رضائے الٰہی کی دولت نصیب نہیں ہوگی (چہارم) جو شخص غیبت اور فضول گوئی کا عادی ہوگا اس سے خاتمہ بالخیر کی توفیق سلب کرلی جائے گی۔ مَعَاذَ اللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْتَغْفِرُ اللهِ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ.

محبوب رب العالمین جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ غیبت وچغلی شجر ایمان کی اس طرح قطع و برید کردیتی ہے کہ جس طرح موسم خزاں درخت کے پتوں کو نوچ کر اس کو ننگا اور بے رونق کر دیتا ہے یوں ہی "غیبت وچغلی شجر روحانی کو بے روح کر دیتی ہے۔

آبروریزی گناہ کبیرہ ہے: رسول بے نظیر بی بی آمنہ کے بخت منیر، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام و رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ذی وقار ہے کہ کسی مسلمان کا بلا عذر شرعی بے حرمتی کرنا گناہ کبیرہ میں سے ایک ہے۔

ہر مومن ایک مومن کے عزت و ناموس کا محافظ ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ آج اس دور ابتلا میں ایک مسلمان اپنے ایک مسلم بھائی کی آبروریزی و بے حرمتی میں ملوث نظر آتا ہے۔ اس کی غیبت اور چغلیاں بیان کرکے بلا تکلف تہمت لگاکر متہم کی صفت سے موصوف ہوتا ہے بلا عذر دل آزاری کا شکار ہو رہا ہے۔

عزیزو! حقوق العباد کا معاملہ بڑا نازک مرحلہ ہے عوام تو عوام وخواص غیبت وچغلی کے مرض کے مریض نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ کسی مسلمان کی بلا عذر شرعی ہتک عزت، بے حرمتی اور دل آزاری خود دخول جہنم کا سبب بن سکتی ہے۔

امام اہل سنت حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ جلد: ۲۴ صفحہ: ۳۷۲ پر ایک حدیث نقل فرمائی ہے: جس نے بغیر عذر شرعی کے کسی کی ایذا رسانی کی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے میری ایذا رسانی کی اس نے اللہ جل شانہ کی ایذاء رسانی کی۔

دوستو! ہوشیار ہو جاؤ غیبت وچغلی سے توبہ کرو کیوں کہ جس شخص نے اللہ جل جلالہ و رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا پہنچائی اس کا حشر کیا ہوگا؟ اور خود رب جل جلالہ قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ (پ ۲۲، سورۃ الاحزاب / آیت ۵۷)

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی ان پر لعنت ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (از ترجمۂ کنزالایمان)

سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ حضرت جان عالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کعبہ مکرمہ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا: کہ مؤمن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے مومن کی شان عظمت کا نشان اس حدیث سے یہ خوبی ہوتا ہے کہ سرکار ﷺ کا فرمان عالی وقار ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ

یعنی مسلمان کہلانے کا حق دار وہ شخص ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

خطرۂ ایمان: مؤمن کامل وہ شخص ہے جو زبان سے بلا عذر شرعی توہین نہ کرے کسی کی " غیبت وچغلی " نہ کرے، کسی کی عیب جوئی نہ کرے، کسی کے راز کو فاش نہ کرے، اپنی اعضاء وجوارح سے نہ کسی کو تکلیف رسائی کرے اور نہ ہی دل آزاری کے اسباب پیدا کرے جس کے لسان واعضا سے فرد جماعت مؤمنین مطمئن نہ ہوں۔ تو وہ شخص مؤمن کامل نہیں ہو سکتا، شجر ایمان کی بیج اس کے قلب ووجود میں مستحکم نہیں ہو پائی ہیں۔ یہ وقت جانکنی خدشہ ہے کہ شیطان غالب آجائے، اس کو اپنے دامن فریب میں لپیٹ لے، وہ شخص دارۂ ایمان سے خارج ہوجائے، اس کا قدم صراط مستقیم سے متزلزل ہو جائے، راہ جہنم پر گامزن ہوجائے اور جنت کی تازگی بہار سے محروم ہوجائے، بمد مقابل اس شخص کے جو اپنے ایمان میں کامل ہو، ملت اسلامیہ کی محبت حقیقی اس کے دل میں پختہ ہو چکی ہو، مؤمن کامل کے اعمال و افعال کی علامت اس کے وجود سے نمایاں ہو، حقوق العباد کی گرفت سے پاک ہو، ایسے مؤمن کامل پر شیطانی وسوسہ بوقت نزع اثرانداز نہ ہو سکے گا دریائے ایماں میں جوشیدگی پیدا ہوگی، فرشتہ ابلیس کو الٹے پاؤں واپس ہونے پر مجبور کردے گا، اور ان شاء اللہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا، جب کسی کا خاتمہ کلمۂ ایماں پر ہوتا ہے، تو شیطان اپنے اوپر تھپڑیاں مارتا ہے، اپنے سر کو خاک آلود کرتا ہے، اور خوب شور وغوغاں کرتا ہے۔

غیبت زنا سے بدترین ہے: سرکار ہادی الامم، نور یزداں، شفیع مذنباں، خاتم مرسلاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: " اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا" یعنی غیبت زنا سے بدترین ہے۔ بارگاہ رسالت میں صحابہ معروض ہوئے یا رسول اللہ! غیبت زنا سے بدتر کیوں ہے؟ سرکار نے ارشاد فرمایا: انسان زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے فضل سے توبہ قبول فرمالیتا ہے، اور غیبت کرنے والوں کی توبہ قبول نہ ہوگی، چوں کہ ان امور کا تعلق حق العباد' سے ہے جب کہ وہ شخص جس کی غیبت کیا وہ معاف نہ کردے۔

نوجوانو! ہوشیار ہوجاؤ! ایک نوجوان شخص حضرت سیدنا شیخ عبد اللہ بن مبارک کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گذار ہوا کہ میں ایک گناہ عظیم کا مرتکب ہوگیا ہوں جس کا اعادہ کرنے میں بھی شرم محسوس کر رہا ہوں۔ حضرت شیخ کی تسلی آمیز جملوں سے مطمئن ہو کر اس نے عرض کیا کہ مجھ سے " زنا" کا صدور ہوگیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے سمجھایا تھا کہ تو نے کسی مؤمن بھائی کی "غیبت" کی ہے ان کے اس فرمان عالی شان سے واضح ہوا کہ "غیبت" فعل زنا سے بھی بدتر گناہ ہے۔

تین لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی: حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمہ کا ارشاد گرامی ہے کہ تین اشخاص کی دعا قبولیت کے شرف سے مشرف نہیں ہوتی (اوّل) وہ شخص مال حرام کے کھانے کا عادی ہو (دوم) وہ شخص جو "غیبت" کا عادی ہو (سوم) وہ شخص جو کسی مؤمن بھائی سے حسد رکھتا ہو۔

تکبر کی تباہ کاریاں: دور حاضر میں یہ روش عام ہو چکی ہے کہ اگر کسی کو کچھ "ربانی" عطا ہوتی ہے تو وہ اپنے مد مقابل غیروں کو نگاہ حقارت سے نظر کرتا ہے، اور کسی کو حقیر گردانتا تکبر کی ایک شاخ ہے تکبر تو خود ہی گناہ اور اس تکبر کی بنیاد پر دوسروں کی غیبت میں ملوث ہو کر گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ مغرور و متکبر انسان جس شخص کو حقیر تصور کرتا ہے، اس کی ہتک کرتا ہے، اور اس کے تعلق سے مضحکہ و مذاقیہ الفاظ کو سجاتا ہے، جس کی ممانعت اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ

(سورۃ الحجرات ر آیت ۱۱)

اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں، عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔ (از ترجمہ کنزالایمان)

حضرت امام حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں "سخرية" کا مطلب یہ ہے کہ جس کو مضحکہ بتایا جائے اس کی جانب بہ نظر حقارت دیکھنا، فرمان رب تعالیٰ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو حقیر نہ تصور کرو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ جل مجدہ کے نزدیک بہتر ہو، برتر ہو، مقرب ہو، مقدس ہو، اس آیت کریمہ کے تناظر میں شافع روز محشر سرکار ابد قرار کا وہ فرمان گرامی ہے جس کو سنن ترمذی شریف جلد پنجم میں صفحات حدیث پاک میں مندرج کیا گیا ہے جس کا فقط ترجمہ

پیش نظر کرتا ہوں۔

کتنے ہی حال پریشاں، پراگندہ بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس جن کو جو کوئی شخص خاطر میں نہیں لاتا لیکن وہ ایسے مقبول بارگاہ ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی امر میں خدا کی قسم کھالیں تو کریم اسے ضرور پورا فرمادے گا۔ ابلیس لعین نے حضرت آدم کے وجود پاک کو بہ نظر حقارت دیکھا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ کردیا گیا لعنت کا طوق اس کے گلوں میں آویزاں کردیا گیا اور حضرت آدم صفی اللہ دائمی عزت کے ساتھ کامیاب ہوگئے۔

نگاہ حقارت سے بچنے کی حکمت: کسی شخص کو نگاہ حقارت سے دیکھنے کے لیے اس لیے منع فرمایا گیا کہ آج جس شخص کو تم نگاہ حقارت سے دیکھ رہے ہو ہوسکتا ہے کہ وہ کل عزیز ہوجائے اور تم حقیر ہوجاؤ۔

کہیں اللہ مصیبت میں مبتلا نہ کردے: ''شماتت'' کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ کسی کی تکالیف یا آفت و مصیبت پر اظہار مسرت کرنا، اس ضمن میں سرکار حبیب پاک صاحب لولاک سیار افلاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی کا ترجمہ نظر نواز کرتا ہوں جس کو ترمذی شریف جلد چہارم میں تحریر کیا گیا ہے۔

''تو اپنے بھائی کی شماتت نہ کر یعنی اس کی مصیبت ناگہانی پر خوشی کا اظہار مت کر۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ جل شانہ اس پر رحم فرمائے اور تجھے اس مصیبت میں مبتلا کردے۔''

اس حدیث کے نقطۂ نظر سے معائنہ کیا جائے تو مختلف زاویے سے کثیر التعداد حضرات جرم شماتت میں گرفتار نظر آتے ہیں۔ مثلاً ایک مقرر دوسرے مقرر کے عدم مقبولیت پر ایک شاعر دوسرے شاعر کی عوامی نا پسندیدگی پر ایک طالب دوسر طالب علم کی ناکامیابی پر، ایک تاجر دوسرے تاجر کے خسارے پر اس طرح جذبات باطنی میں شماتت کا جذبۂ مذموم کارفرما ہوتا ہے اور اس پر اظہار شادمانی کرتے ہوئے ''شماتت'' کی آفت میں محبوس ہوجاتے ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کی زبانی میں نے سنا فلاں شخص نے میرے ساتھ ظلم کیا، آج وہ پھنسا ہے، اندازہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ راز سربستہ کا علیم ہے کہ اس علم کی بدولت اپنے مخالف کی پیش آمدہ مصیبت کے اسباب کا علم ہوگیا، ایسے متخیل حضرات کو آگاہ کر دینا چاہیے کہ شماتت گناہ ہے اور اس کی سزا یہ ہوسکتی ہے کہ خاتمۂ بالخیر سے محروم ہوجائے۔ معاذ اللہ رب العالمین یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس سے ولایت و کرامات کے دعویٰ کذب کا اعلان ہوتا ہے۔

عقل مندی کی باتیں: کسی عقل مند کا کہنا ہے کہ تین امور ایسے ہیں جن کے انجام دہی سے تم عاجز ہو تو پھر تین امور کو بایں طور انجام دو (اوّل) اگر تم کسی کی بھلائی نہیں کرسکتے تو کسی کے برائی بھی نہ کرو (دوم) تم اپنی ذات سے اگر کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو کسی کو اپنے دست و زباں سے تکلیف نہ دو (سوم) اگر تم نفلی روزے رکھ نہیں سکتے تو لوگوں کا گوشت مت کھاؤ یعنی غیبت مت کرو۔

دولت جہاں کا بھی راہ خدا میں خرچ کرنا کم ہوگا: حضرت سیدنا وہب مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آفرینش عالم سے لے کر تا فنائے عالم کی جمیع نعمت میرے پاس موجود ہوں اور ان سب کو راہ خدا میں صرف کردوں پھر بھی اتنے عظیم کار خیر کے مقابل اعلیٰ و افضل و برتر سمجھتا ہوں کہ ''غیبت'' کی آفتوں سے محفوظ رہوں اور اسی طرح دنیا کی تمام نعمتوں کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں کہ اللہ جل شانہ کے حرام کردہ اشیاء کی جانب میری نظر ملتفت نہ ہو۔ اللہ پاک قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ۲۶/ سورۃ الحجرات/ آیت ۱۲)

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (از ترجمۂ کنزالایمان)

اور سورۃ نور میں فرمان خداوندی ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○

(پ ۱۸/ سورۃ النور/ آیت ۳۰)

مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔ (از ترجمۂ کنزالایمان)

....(جاری)

☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ

کرامات وتعلیمات

محمد ناصر منیری

محمد عربی ﷺ کی بعثتِ مقدسہ کے بعد انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی آمد کا سلسلہ تو منقطع ہو گیا، مگر آپ کے تصدق سے آپ کی امت پر ربِ کائنات نے یہ انعام فرمایا کہ ہر دور میں اسے اپنے محبوبین اور مقربین سے نوازا۔ یہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی تا قیامِ قیامت اپنے روحانی فیوض وبرکات سے اہلِ عالم کو بہرہ مند کرتے رہیں گے اور حضور ﷺ کے سر چشمۂ نبوت سے دلوں کی مردہ زمینوں کو سیراب کرتے رہیں گے۔ رسولِ کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے انھیں بزرگانِ دین کی شان میں ارشاد فرمایا ہے:

"علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل."

یعنی میری امت کے علما (من وجہ) انبیائے بنی اسرائیل کے مانند ہیں۔[۱]

انھیں محبوبانِ دربارِ الٰہی میں سے ایک رفیع الشان اور عظیم المرتبت شخصیت سلطان العارفین زبدۃ السالکین، مرشد سلطان الہند حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی قدس سرہ القوی کی ہے۔

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت علاقۂ خراسان نیشاپور کے قریب موضع "ہارون" میں ۵۲۶ھ میں ہوئی۔[۲]

نام و نسب: آپ کا اسم گرامی عثمان ہے، آپ کے مبارک وطن قصبہ ہارون کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ہارونی کہا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب گیارہویں پشت میں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔[۳]

تعلیم و تربیت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے نیشاپور تشریف لے گئے، وہاں مشاہیر علما و فضلا کی سرپرستی میں بے شمار علوم و فنون حاصل کیے، چناں چہ آپ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے:

آپ کا خاندان چوں کہ عمدہ تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور علم دوست تھا۔ والد ماجد بھی بڑے پائے کے عالم تھے، اس لیے شعور کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی علم کی طرف راغب ہو گئے اور والد ماجد کی بارگاہ میں رہ کر ابتدائی تعلیم حاصل کی، قرآن شریف حفظ کیا، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اس زمانے کے علمی وفنی مرکز نیشاپور کا رخ کیا اور وقت کے مشاہیر علما وفضلا سے اکتسابِ علم کر کے جملہ مروجہ ومتداولہ علوم میں دست رس حاصل کی۔[۴]

بیعت و خلافت: حضرت خواجہ شریف زندنی چشتی قدس سرہ القوی سے آپ کو بیعت و خلافت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں آپ کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں:

"علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد حصولِ علمِ باطن کے لیے شیخ طریقت کی تلاش وجستجو میں نکل پڑے اور بہت سارے مقامات کی سیاحت فرماتے ہوئے موضع "زندنہ" نواح بخارا میں وارد ہوئے جہاں شہر یارِ ولایت حضرت خواجہ شریف زندنی مسند ارشاد پر متمکن تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت خواجہ شریف زندنی کے ظاہری و باطنی کمالات سے متاثر ہو کر انھیں کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ مرید کرنے کے بعد پیر و مرشد نے کچھ نصیحتیں فرمائیں اور پھر تین سال کے مجاہدے میں بیٹھا دیا۔ آپ گوشہ نشیں ہو کر تین سال تک ذکر لا الٰہ الا اللہ میں مشغول رہے، پھر حضرت پیر و مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت پہنایا اور اسمِ اعظم کی تعلیم دی جس سے علمِ معرفت کے اسرار اور شریعت وطریقت کے رموز آپ پر منکشف ہو گئے۔"[۵]

صاحبِ سبع سنابل حضرت عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ نے بیعت وخلافت کا تذکرہ یوں فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

"خواجہ عثمان ہارونی کی عمر کافی تھی، آپ نے سفر بھی بہت کیے، جب حضرت خواجہ شریف زندنی کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی: بندۂ عثمان کی تمنا ہے کہ حضور والا کے مریدوں میں شمار کیا جائے۔ خواجہ شریف زندنی نے قبول کیا، خلافت کی کلاہِ چار ترکی عنایت کی قینچی (بالوں پر) چلائی اور فرمایا: مصطفیٰ ﷺ نے کلاہ چار ترکی استعمال فرمائی ہے، تمام کائنات کو خدا کی محبت میں چھوڑ کر فقر و فاقہ اختیار فرمایا ہے۔ فقیروں اور غریبوں سے محبت رکھی ہے، لہٰذا جو شخص کلاہِ چار ترکی سر پر رکھے اسے چاہیے کہ

Nasirmaneri92@gmail.com

مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کرے اور ہر شخص کو اپنے سے برتر جانے۔ جو شخص تکبر اختیار کرے اور اپنی فوقیت چاہے وہ درویش نہیں نفس پرست ہے، راہ نما نہیں رہزن ہے۔ مشائخ کے خرقے کے لائق نہیں، چور ہے۔ اہلِ نعمت نہیں ہے بے نصیب ہے۔ مشائخ اس سے بے زار ہیں، درویشی کا لباس اس پر حرام ہے۔ اسے خرقہ پہننا جائز نہیں اور نہ کلاہ چار ترکی سر پر رکھنا اور مرید کرنا اس کے لیے جائز ہے۔ خواجہ عثمان ہارونی نے شیخ کی نصیحت قبول کی اور گوشہ نشیں ہو کر ذکر لا الٰہ الا اللہ میں مشغول ہو گئے۔ تین برس کے بعد خواجہ شریف زندنی نے خلافت کی کملی پہنائی اور فرمایا: اے عثمان! تمھیں میں نے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں پیش کیا۔ تمھیں پسند فرمایا گیا ہے۔ پھر خواجہ شریف زندنی نے اسم اعظم جسے اپنے مرشد سے حاصل کیا تھا، خواجہ عثمان کو سکھایا جس سے علم معرفت کے اسرار اور شریعت و طریقت و حقیقت کے رموز آپ پر منکشف ہو گئے۔"[6]

عبادت و ریاضت: خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ صاحبِ ریاضت و مجاہدہ تھے۔ ستر (۷۰) سال کی مدت تک کسی وقت نفس کو پیٹ بھر کر کھانا پانی نہ دیا۔ رات کو نہ سوئے، تین چار روز کے بعد روزہ رکھتے، کبھی کبھی چار پانچ ہی لقمے پر اکتفا کر لیتے۔

حضرت عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمۃ اس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"خواجہ عثمان ہارونی نے دس سال تک خود کو کھانا نہ دیا۔ آپ سات روز کے بعد ایک گھونٹ پانی پیتے اور عرض کرتے: خدایا! ہمیں نفس کے ظلم سے بچا۔ نفس مجھ پر غالب آنا چاہتا ہے، مجھ سے پانی مانگتا ہے تو اسے ایک گھونٹ منہ بھر دے دیتا ہوں۔ خواجہ عثمان ہارونی سماع میں بہت روتے اور کبھی کبھی زرد پڑ جاتے۔ آنکھوں کا پانی خشک ہو جاتا اور جسم مبارک میں خون نہ رہتا۔ ایک زور دار نعرہ لگاتے اور آپ پر وجد طاری ہو جاتا۔"[7]

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"خواجہ عثمان ہارونی نماز ادا کر لیتے تو غیب سے آواز آتی کہ ہم نے تمھاری نماز پسند کی، مانگو کیا مانگتے ہو؟ خواجہ صاحب عرض کرتے: خدایا تجھے چاہتا ہوں۔ آواز آتی کہ اے عثمان! میں نے جمال لازوال تمھارے نصیب کیا، کچھ اور مانگو کیا مانگتے ہو؟ عرض کرتے: الٰہی! مصطفیٰ ﷺ کی امت سے گناہ گاروں کو بخش دے۔ آواز آتی کہ امتِ محمد کے تیس ہزار گناہ گار تمھاری وجہ سے بخشے۔ آپ کو پانچوں وقت یہ بشارت ملتی۔"[8]

ولایت و کرامت: حضرت خواجہ عثمان ہارونی ریاضت و مجاہدے میں بے مثل تھے۔ اسی بے مثل مجاہدے کا نتیجہ تھا کہ آپ کی روحانی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ نظر کیمیا اثر جس شخص پر پڑ جاتی تھی وہ چشم زدن میں زرِ خالص بن جاتا تھا۔ آپ خود بھی تقرب الی اللہ کی منزل پر فائز تھے۔ بلا شبہہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو ولایت کے اعلیٰ منصب پر فائز فرمایا تھا۔ آپ سے بے شمار کرامتوں کا صدور بھی ہوا جن میں چند یہاں ذکر کیے جا رہے ہیں:

(۱) کافروں کا قبول اسلام:

میر عبدالواحد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ خواجہ عثمان ہارونی آدھی رات کے وقت گھر میں تشریف فرما تھے کہ اناسی (۷۹) کافروں نے مشورہ کیا کہ آدھی رات کو خواجہ عثمان ہارونی کے پاس چلیں اور کہیں کہ ہم بھوکے ہیں۔ ہر ایک کو نئے طبق میں علاحدہ علاحدہ کھانا دیجیے۔ اس باہمی مشورے کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آئے تو خواجہ صاحب نے فرمایا: اے آدم و حوا کے بیٹو! بیٹھ جاؤ اور ہاتھ دھو لو۔ پھر خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور ہر جنس کے مختلف کھانوں سے بھرے ہوئے طباق جیسا کہ وہ لوگ سوچ کر آئے تھے، غیب سے لیتے اور ان کے سامنے رکھ دیتے۔ وہ لوگ بھی مسلسل نظریں جمائے ہوئے دیکھتے رہے کہ طباق غیب سے آ رہے ہیں۔ خیر جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ کی نعمت کھالی اب اس پر ایمان لاؤ۔ انھوں نے کہا: اگر ہم تمھارے خدا اور رسول پر ایمان لے آئیں اور مسلمان ہو جائیں تو کیا خدائے تعالیٰ ہمیں بھی تمھاری طرح کر دے گا؟ فرمایا: میں غریب کس گنتی میں ہوں؟ خدائے تعالیٰ تو اس پر قادر ہے کہ مجھ سے ہزار درجے تمھیں بلند فرمائے۔ وہ سب ایمان لے آئے، مسلمان ہو گئے اور خواجہ صاحب کی مبارک صحبت میں رہ کر ان میں سے ہر ایک اللہ کا ولی ہو گیا۔ ان کی نظروں میں عرشِ بریں سے لے کر تحت الثریٰ تک سب روشن ہو گیا۔"[9]

(۲) خواجہ ہارونی اور مسئلۂ سماع:

حضرت میر عبدالواحد بلگرامی لکھتے ہیں:

"اس وقت (خواجہ عثمان ہارونی کے عہد) کا خلیفہ خانوادۂ سہرورد میں مرید تھا اور سماع سے روکتا تھا۔ ایک دربان خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا اور عرض کی کہ خواجہ جنید نے سماع سے توبہ کر لی ہے، اگر سماع روا ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے، جب کہ وہ سات سال کی عمر میں ہی مقامِ اجتہاد کو پہنچ چکے تھے۔ جب انھوں نے اس سے توبہ کی ہے تو ہمیں چاہیے کہ توبہ کر لیں اور اس کے قریب بھی نہ جائیں، بلکہ جو شخص

اس سے باز نہ آئے اسے پھانسی پر چڑھادیں اور قوالوں کو قتل کر دیں۔ خواجہ ہارونی نے فرمایا: سماع ایک سرّ ہے ان اسرار میں سے جو بندے اور مولیٰ کے درمیان ہیں۔ اگر ہم اس سے توبہ کریں گے تو گناہ گار، نیک کو بد کہنے والے اور اپنے مشائخ کی پیروی سے باز رہنے والے ہوں گے۔ لہٰذا ہم توبہ نہ کریں گے۔ ہم علما کی مجلس میں حاضر ہوں گے اور دیکھیں گے کہ وہ ہمارے سماع کو (دلائل سے) قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ خلیفہ نے پھر دربان کو بھیجا کہ تشریف لائیے۔ خواجہ صاحب نے استخارہ کیا اور چل کر علما کی مجلس میں تشریف لائے۔ علما نے جوں ہی آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا ان پر دہشت غالب آگئی، علم فراموش ہو گیا، گویا انھیں حروفِ تہجی بھی یاد نہ رہے اور ان میں سے ہر ایک خواجہ صاحب کے پیروں پر گر پڑا اور فرمایا کہ آپ کو سماع مباح ہے، کیوں کہ آپ اللہ والوں میں سے ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: جس زمانے میں خواجہ جنید نے سماع سے توبہ کی تھی، یہ نہ فرمایا تھا کہ سماع اہلِ سماع کے لیے بھی حرام ہے۔ اس وقت جب کہ خواجہ ناصر الدین چشت میں تھے، فرمایا تھا کہ اگر جنید چشت میں ہوتے یا ناصر الدین بغداد میں تو جنید نے سماع سے توبہ نہ کی ہوتی۔ لہٰذا ہمارے مشائخ نے توبہ نہ کی اور ہر ایک نے سماع سنا۔ حضرت جنید (جو جداگانہ سلسلہ رکھتے تھے) کی توبہ ہم پر حجت نہیں۔ تمام علما نے خواجہ کے پیروں پر اپنا سر رکھ دیا اور عرض کی: ہم سب آپ کے پسر و غلام ہیں، جو راستہ جناب نے اختیار فرمایا ہے، وہی ہمارا مطلوب ہے۔ خواجہ صاحب نے ان علما پر لطف و کرم کی نگاہ ڈالی تو ان میں سے ہر ایک اللہ کا ولی ہو گیا۔ اس پر علم لدنی کے دروازے کھل گئے اور ہر ایک دنیا و دنیا داروں کو چھوڑ دیا اور گوشہ نشیں ہو گئے۔ خلیفہ نے جب یہ کرامت دیکھی تو کہا: خواجہ سے کہو کہ وہ اپنے مشائخ کی اتباع میں سماع سنیں اور ہم اپنے مشائخ کی پیروی میں اس سے توبہ کرتے ہیں۔" (۱۰)

(۳) آتش پرستوں کا قبول اسلام: صاحبِ مراۃ الاسرار حضرت علامہ عبدالرحمٰن بن عبدالرسول علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا گزر ایسی جگہ سے ہوا جہاں آتش پرست آباد تھے، ان کا ایک بہت بڑا آتش کدہ تھا جس پر انھوں نے گنبد بنا رکھا تھا، اس میں شب و روز آگ جلتی رہتی تھی، روزانہ بے شمار لکڑیاں جلائی جاتی تھیں اور ہر وقت آتش پرست مجوسیوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ حضرت خواجہ نے وہاں سے دور ایک درخت کے نیچے ندی کے کنارے قیام کیا۔ آپ نے اپنے خادم فخر الدین کو حکم دیا کہ افطار کا وقت قریب ہے لہٰذا افطاری تیار کرو۔ خادم آگ لینے گیا تو آتش پرستوں نے آگ دینے سے انکار کر دیا۔ خادم نے جا کر ماجرا بیان کیا تو خواجہ صاحب آتش کدے کے پاس تشریف لائے جہاں آتش پرستوں کا سردار اپنے سات سالہ بچے کو گود میں لے کر تخت پر بیٹھا تھا اور اس کے ارد گرد تمام مجوسی بیٹھ کر آگ کی پوجا کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نے مجوسیوں کے سردار سے فرمایا: جو آگ تھوڑے سے پانی سے ختم ہو جاتی ہے اسے پوجنے سے کیا فائدہ؟ اس خالق و مالک کی عبادت کیوں نہیں کرتے جس نے آگ اور ساری چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ آگ کی پوجا کرتے ہو جو ایک مخلوق ہے۔ مجوسیوں کے سردار نے جواب دیا: ہمارے مذہب میں آگ کا بڑا درجہ ہے۔ آگ ہمارا معبود ہے اس لیے ہم اس کی پوجا کرتے ہیں تاکہ مرنے کے بعد ہمیں نہ جلائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: برسوں سے تم اس کی پوجا کرتے چلے آئے ہو ذرا اس میں ہاتھ ڈال کر دکھاؤ یہ تمھیں جلاتی ہے یا چھوڑ دیتی ہے؟ اس نے کہا: جلانا آگ کا کام ہے، کس کی مجال جو اس کے قریب جا سکے۔ یہ سن کر خواجہ صاحب نے اس کی گود سے اس کے سات سالہ بچے کو لیا اور آگ کی طرف بڑھے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ إبراهيم پڑھ کر دہکتے ہوئے آتش کدے میں چلے گئے۔ ادھر مجوسیوں میں شور و غل مچ گیا۔ کچھ دیر تک خواجہ صاحب نگاہوں سے اوجھل رہے۔ پھر آپ آگ سے اس حالت میں نکلے کہ آپ کے اور اس بچے کے کپڑوں پر آگ تو کیا اس کے دھویں کا بھی اثر نہ تھا۔ اس دوران ہزاروں آتش پرست جمع ہو گئے۔ یہ کرامت دیکھ کر سب حیران و ششدر رہ گئے۔ انھوں نے بچے سے پوچھا: تو نے آگ کے اندر کیا دیکھا؟ بچے نے کہا: گل و گلزار کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ خواجہ صاحب کی یہ کرامت دیکھ کر تمام آتش پرست مجوسیوں نے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ پھر آپ نے ان کے سردار کا نام عبد اللہ اور بیٹے کا ابراہیم رکھا۔ آپ نے دونوں کی تربیت فرمائی، یہاں تک کہ دونوں منصبِ ولایت پر فائز ہوئے۔ اس آتش کدے کی جگہ مسجد تعمیر کی گئی۔" (۱۱)

(۴) چالیس سال کا گم شدہ بچہ گھر آیا:

دوسرے مقام پر علامہ عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ایک دن ایک بوڑھا شخص حیرانی و پریشانی کے عالم میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں

حاضر ہوا اور عرض کی: میرا لڑکا چالیس سال سے گم ہے، اس کی زندگی اور موت کی بھی مجھے خبر نہیں کہ میرا لڑکا زندہ ہے یا مر گیا۔ آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تا کہ دعا فرمائیں کہ مجھے میرا بیٹا مل جائے۔ آپ نے سر جھکا کر مراقبہ کیا، تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ دعا کرو کہ اس کا بیٹا مل جائے۔ جب دعا کر چکے تو آپ نے اس بوڑھے شخص سے فرمایا: تم گھر جاؤ تمھارا بیٹا گھر پہنچ گیا ہے۔ جب وہ بوڑھا شخص گھر پہنچا تو کسی نے مبارک باد دی کہ تمھارا بیٹا گھر آگیا ہے۔ جب باپ بیٹے کی ملاقات ہوئی تو دونوں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں پہنچے۔ خواجہ صاحب نے لڑکے سے پوچھا: تم اتنے سالوں تک کہاں تھے؟ اس نے کہا: مجھے جنات نے پکڑ لیا تھا اور سمندر کے ایک کنارے پر زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا، میں نے وہاں آپ کی شکل کے ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ آئے اور زنجیروں پر نگاہ ڈالی تو بیڑیاں ٹوٹ کر گر پڑیں اور انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں، پھر جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں۔" (۱۲)

(۵) آنکھیں بند کرواکے دریا پار کرایا:

صاحبِ سیر الاولیا مولانا مبارک علوی لکھتے ہیں:

"حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں اپنے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا، وہاں دریا پار کرنے کے لیے ایک بھی کشتی نہ تھی۔ شیخ نے فرمایا: آنکھیں بند کرو۔ میں نے آنکھیں بند کیں، پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا: آنکھیں کھول لو۔ جب میں نے کھولیں تو ہم دونوں دریا کے پار دوسرے ساحل پر کھڑے تھے۔" (۱۳)

ارشادات و تعلیمات: خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ ولایت و کرامت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کے ارشادات و تعلیمات نے رشد و ہدایت کا اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ "انیس الارواح" ہے جسے آپ کے مریدِ رشید سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری قدس سرہ القوی نے جمع کیا ہے۔ جب خواجہ ہارونی نے بغداد میں گوشہ نشینی اختیار فرمائی تھی، اس وقت خواجہ غریب نواز آپ کے پاس پہنچے۔ آپ نے فرمایا: چاشت کے وقت آؤ تا کہ میں فقر کی ترغیب دوں جو میرے بعد میرے مریدوں کے لیے یادگار رہے۔ چناں چہ حکم کے بموجب خواجہ غریب نواز حاضر ہوئے اور جو کچھ آپ کی زبانِ گوہر فشاں سے سنتے اسے لکھ لیتے۔ ذیل میں آپ کی انھیں تعلیمات کو بیان کیا جا رہا ہے۔

(۱) ایمان کی حقیقت: خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی مجلس میں ایمان کا ذکر ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا ارشاد فرماتے ہیں: ایمان ننگا ہے، اس کا لباس پرہیز گاری ہے، سرمایہ فقر ہے اور دوا علم ہے۔ اور اس بات کی شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان ہے۔ (۱۴)

(۲) مومن کی علامت: مومن کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: مومن وہ شخص ہے جو ان تین چیزوں کو دوست رکھے (۱) موت (۲) درویشی (۳) فاتحہ۔ لہٰذا جو شخص ان تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے فرشتے اسے دوست رکھتے ہیں اور اس کا بدلہ جنت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ درویشوں کو دوست رکھتا ہے اور مومن خداوند تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔ (۱۵)

(۳) یومِ الست اور طبقات انسانی: روزِ الست کے متعلق فرماتے ہیں:

"خواجہ جنید بغدادی کے عمدہ میں لکھا دیکھا کہ خواجہ یوسف چشتی سے روایت ہے: جس وقت ألست بر بکم (کیا میں تمھارا رب نہیں؟) کی آواز آئی تو اس وقت تمام مسلمانوں اور کافروں کی روحیں ایک جگہ تھیں۔ آواز آتے ہی ان کی چار قسمیں ہو گئیں۔ پہلی قسم کی روحوں نے جب آواز سنی تو اسی وقت سجدے میں گر پڑیں اور دل و زبان سے کہا: بلیٰ (کیوں نہیں)۔ دوسری قسم کی روحوں نے بھی سجدہ کیا اور زبان سے کہا: بلیٰ لیکن دل سے نہ کہا۔ تیسری قسم کی روحوں نے دل سے کہا اور چوتھی قسم کی روحوں نے نہ دل سے کہا نہ زبان سے۔ پھر خواجہ صاحب نے اس کی تفصیل یوں فرمائی: جنھوں نے سجدہ کیا اور دل و زبان سے اقرار کیا وہ انبیا، اولیا اور مومنین تھے، جنھوں نے زبان سے کہا اور دل سے نہ کہا وہ ان مسلمانوں کا گروہ تھا جو پہلے مسلمان ہوتے ہیں پھر مرتد ہو کر دنیا سے جاتے ہیں۔ تیسری قسم جنھوں نے زبان سے نہ کہا لیکن دل سے کہا وہ ایسے کافر تھے جو پہلے کافر ہوتے ہیں بعد میں مسلمان ہو جاتے ہیں اور چوتھی قسم جنھوں نے نہ دل سے کہا نہ زبان سے وہ کافر تھے، جو پہلے ہی کافر ہوتے ہیں اور بعد میں بھی کافر ہو کر دنیا سے جاتے ہیں۔" (۱۶)

(۴) محبت الٰہی اور اس کا انعام:

محبتِ الٰہی کے تعلق سے فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف سفر میں تھا تو وہاں ایک غار کے اندر ایک درویش کو دیکھا جنھیں شیخ سیوستان کہتے تھے۔ وہ اس قدر بزرگی

اور ہیبت رکھتے تھے کہ میں نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا، وہ عالمِ تحیر میں مشغول تھے۔ جب میں ان کے پاس گیا تو میں نے سر جھکا لیا۔ انھوں نے فرمایا: سر اٹھا۔ میں نے اٹھا لیا۔ پھر فرمایا: اے درویش! آج تقریباً ستر (۷۰) سال کا عرصہ گزرا ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور شے میں مشغول نہیں ہوا۔ لیکن تیرے ساتھ جو میں مشغول ہوتا ہوں، یہ حکم الٰہی ہے۔ سن، اگر تو محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے سوا کسی اور چیز میں مشغول نہ ہونا اور کسی سے میل جول نہ کرنا تاکہ تو جلایا نہ جائے۔ کیوں کہ غیرت کی آگ عاشقوں کے ارد گرد رہتی ہے۔ جب عاشق نے معشوق کے سوا کسی چیز کا خیال کیا اسی وقت غیرت کی آگ نے اسے جلایا لیکن تجھے یاد رہے کہ محبت کی راہ میں جو درخت ہے اس کی دو شاخیں ہیں (۱) نرگسِ وصال (۲) نرگسِ فراق۔ جو شخص سب سے فارغ ہو کر دوست میں مشغول ہو وہ دوست کے وصال کی دولت سے مشرف ہوتا ہے اور جو اس کے سوا کسی اور چیز میں رغبت کرتا ہے وہ فراق میں مبتلا ہوتا ہے۔ (۱۷)

پھر فرمایا: جس روز خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توبہ کی آپ کے پاس جتنے بردے (غلام) تھے سب کو آزاد کر دیا اور حج کے لیے روانہ ہوئے۔ پاپیادہ ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے ہوئے چودہ سال کے عرصے میں خانۂ کعبہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کعبہ اپنی جگہ پر نہیں۔ آپ کو حیرت ہوئی۔ آواز آئی، اے ابراہیم! صبر کر کعبہ ایک ضعیفہ کی زیارت کے لیے گیا ہوا ہے۔ ابھی آجائے گا۔ جوں ہی خواجہ صاحب نے یہ بات سنی آپ پہلے کی بہ نسبت زیادہ متحیر ہوئے اور کہا کہ وہ بڑھیا کون ہے؟ چناں چہ انھیں دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے۔ جوں ہی جنگل میں پہنچے رابعہ بصری کو دیکھا کہ بیٹھی ہوئی ہیں اور کعبہ ان کے ارد گرد طواف کر رہا ہے۔ خواجہ ابراہیم کے دل میں غیرت آئی۔ چناں چہ انھوں نے رابعہ بصری کو زور سے آواز دی کہ تو نے یہ کیا شور برپا کر رکھا ہے؟ انھوں نے کہا میں نے یہ شور برپا نہیں کیا بلکہ تو نے کیا ہے۔ چودہ سال کے بعد خانۂ کعبہ پہنچا ہے اور دیدار نصیب نہیں ہوا، کیوں کہ تیری خواہش خوانہ کعبہ کی زیارت تھی اور میری غرض خانۂ کعبہ کے مالک سے تھی۔ (۱۸)

مزید فرماتے ہیں: ایک دفعہ ایک یہودی راستے میں کھڑا ایک کتے کو روٹی کا ٹکڑا کھلا رہا تھا۔ اتفاق سے خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے پوچھا: اپنا ہے یا بے گانہ؟ اس نے کہا: مرد بے گانہ کا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا: جب یہ حالت ہے تو تو کیا کرتا ہے کیوں کہ یہ مقبول نہیں۔ اس نے کہا اگر چہ یہ مقبول نہیں تاہم وہ (خدا) تو دیکھتا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ الغرض ایک مدت کے بعد خواجہ صاحب مکہ معظّمہ پہنچے تو پرنالے کے نیچے سے آواز آئی: ربّی (اے میرے رب) پھر غیب سے آواز آئی لبیک عبدی (اے میرے بندے! میں حاضر ہوں) خواجہ حسن بصری حیران ہوئے کہ چل کر دیکھوں تو یہی وہ کیسا نیک بخت بندہ ہے۔ جوں ہی آپ وہاں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص سجدے میں سر رکھ کر ربّی پکارتا ہے۔ آپ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے رہے۔ اتنے میں اس شخص نے سر اٹھایا اور خواجہ صاحب سے کہا: کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: میں وہی آدمی ہوں جسے تو کہتا تھا کہ تیری نیکی مقبول نہیں۔ دیکھا! اس نے قبول کیا اور مجھے بلا لیا۔ (۱۹)

---

(۱)۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۰۵، از: علامہ خطیب تبریزی، مطبوعہ مجلسِ برکات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ایڈیشن ۲۰۰۷ء۔

(۲)۔ سیرتِ خواجہ غریب نواز، ص:۴۲، مولانا شاہد علی مصباحی، مطبوعہ مکتبہ فقیہ ملت دہلی، ایڈیشن ۲۰۱۲، ملخصًا۔

(۳)۔ ایضًا۔

(۴)۔ ایضًا، ص:۴۲، ۴۳۔

(۵)۔ ایضًا، ص:۴۳۔

(۶)۔ سبع سنابل شریف، ص:۴۳۴، از: علامہ عبد الواحد بلگرامی، مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی۔ غیر مورخ۔ ملخصًا۔

(۷)۔ ایضًا، ص:۴۳۳، ۴۳۴۔

(۸)۔ ایضًا، ص:۴۳۴، ۴۳۵۔

(۹)۔ ایضًا، ص:۴۳۱۔

(۱۰)۔ ایضًا، ص:۴۳۲، ۴۳۳۔

(۱۱)۔ مرآۃ الاسرار ص:۵۵۹، از: علامہ عبد الرحمٰن بن عبد الرسول مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی، غیر مورخ، ملخصًا۔

(۱۲)۔ ایضًا، ص:۵۵۸۔

(۱۳)۔ ایضًا، ص:۴۱

(۱۴)۔ انیس الارواح مشمولہ ہشت بہشت، ص:۹۔ از: خواجگانِ چشت علیہم الرحمہ۔ مطبوعہ ادبی دنیا دہلی، غیر مورخ۔ ملخصًا۔

(۱۵)۔ ایضًا، ص:۵۵۸۔

(۱۶)۔ ایضًا، ص:۱۰۔

(۱۷)۔ ایضًا، ص:۱۷۔

(۱۸)۔ ایضًا، ص:۱۶۔

(۱۹)۔ ایضًا، ص:۱۹۔

.... (جاری)

☆☆☆☆

بزمِ تصوف

مشائخ چشت
اور خدمتِ خلق

مولانا محمد عابد چشتی

ہندوستان کی سرزمین پر خدائے وحدہ لاشریک کے آخری اور پسندیدہ دین کی جو خوشبو پھیلی ہے اور اس کے گوشے گوشے میں آج اسلامی تہذیب و تمدن اور مذہبی ثقافت و کلچر کی جو بوقلمونیاں نظر آرہی ہیں اس کے پیچھے صرف اور صرف والیٔ ہند خواجہ غریب نواز اور ان کے مخلص خلفاء کی جانفشانیاں کار فرما نظر آتی ہیں۔ مشائخ چشت نے جس طرح پوری تن دہی، لگن، اور دل چسپی سے اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کی اس کی نظیر ملنا دشوار ہے اور اس راہ میں جس چیز نے مشائخ چشت کو ہر محاذ اور ہر علاقہ میں کامیاب بنایا وہ مخلوق خدا کے تئیں ان کی نرمی، ملنساری اور خدمت کے جذبات تھے جو بلا تفریق مذہب و نسل سب کے لیے یکساں تھے، خدمت خلق کا جو تصور چشتی بزرگوں نے دیا اور خود اپنے اپنے دور میں اس کا جو عملی نمونہ پیش کیا اس نے باشندگان ہند کو ان سے قریب سے قریب کر دیا اور ان کی خانقاہیں مختلف مذاہب و نسل کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئیں اس کے بعد یکے بعد دیگرے اہالیان ہند کے سینوں میں ان بزرگوں کے تقدس سے اسلام کی شمع روشن ہوتی چلی گئی۔

مشائخ چشت کے یہاں مخلوق کی خدمت، ان کی حاجت روائی اور پریشانیوں میں ان کی غم گساری کا سلسلہ عبادت سے جڑا ہوا ہے بلکہ خدمت خلق کو وہ بعض عبادتوں سے کئی جہت سے بہتر اور افضل جانتے ہیں مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری چشتی فرماتے ہیں :

,,خدمت کرنے میں بڑے بڑے فوائد ہیں اور کچھ ایسی خاصیتیں ہیں جو اور کسی عبادت میں نہیں ایک تو یہ کہ نفس سرکشی مر جاتا ہے اور بڑائی کا گھمنڈ دماغ سے نکل جاتا ہے۔۔ آدمی کا ظاہر و باطن صاف اور روشن ہو جاتا ہے یہ سب فائدے خدم ت خلق ہی کے لیے مخصوص ہیں،، (مکتوبات صدی، مکتوب نمبر ۱۷)

خدمت خلق کو عبادت کے درجہ میں رکھنے اور تصور کرنے کی وجہ ہی سے مشائخ چشت نے ہر دور میں خدمت خلق کو سر فہرست رکھا اور اسے اولیں ترجیحات میں جگہ دی اور یہیں سے بیعت و ارادت کے باب میں سلسلہءِ چشت کی تاریخ میں یہ روایت پوری آب و تاب کے ساتھ ملتی ہے کہ جب بھی وہ کسی کو اپنی خلافت سے نوازتے اور خرقہ ارادت پہناتے اس وقت سب سے پہلے یہ وصیت کی جاتی کہ مخلوق خدا کی ہر طرح خدمت کرنا ان پر لازم و واجب ہے اور اس سلسلہ میں اگر انہیں خود پریشان و سرگرداں ہونا پڑے یا ان کے آرام میں دقت پیدا ہو تو اس کی پرواہ نہ کی جایے اور خدا کی مخلوق کی خدمت برابر جاری رکھی جایے حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اپنے ایک خلیفہ کو خط لکھ کر فرماتے ہیں :

فیض دینی و دنیوی بہ عالم رسانید و ہمہ حلاوت و عیش خود فدائے آں بندگاں باید کرد،، یعنی دینی اور دنیوی فیض دنیا کو پہنچاؤ اپنا عیش و آرام اور راحت انسانوں پر فدا کر دو،، (مکتوبات کلیمی ص:٦٠)

خدمت خلق کے اس جذبہ کے ساتھ چشتی خلفاء نے جن علاقوں کی طرف رخ کیا وہاں بھائی چارگی، رواداری، ملنساریا اور باہمی تعاون کی بہاریں اپنے شباب پر پہنچ گئیں اور ہندو، مسلم، سکھ اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے دلوں میں ان کے یے احترام اور عقیدت کے جذبات پیدا ہو گیے جو اسلام کو پھیلانے میں زبردست تعاون کرتے تھے۔

مشائخ چشت نے خدمت خلق کا جو تصور دیا اور محسوس دنیا میں اس کے عملی نمونے پیش کر کے دکھائے وہ صرف اسلام کو پھیلانے یا اپنی ذاتی آؤ بھگت اور عظمت کو بڑھانے کے جذبہ کے تحت نہیں تھا بلکہ ان سب سے اوپر اٹھ کر محض انسانیت کے ناطے ان کے یہاں مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور انہیں فیض رسانی کی سوچ اور فکر پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ مشائخ چشت نے دوسروں کے غموں کو اپنے اندر محسوس کیا اور دوسروں کی تکالیف دیکھ کر خود مضطرب اور بے چین ہو گئے قطب الاقطاب خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں :

,,ایں قدر غم و اندوہ کہ مرا ہست ہیچ کس را در ایں جہاں نبود، زیرا کہ چندیں خلق می آیند و غم و اندوہ خویش می گویند آں ہمہ بر دل و جان من می نشیند،، یعنی جس قدر غم مجھے ہے اس دنیا میں کسی کو نہیں اس لئے کہ اتنی

مخلوق میرے پاس آتی ہے اور اپنے رنج بیان کرتی ہے اس سب کا بوجھ میرے دل وجان پر پڑتا ہے،،(خیر المجالس:مجلس ۳۱)

ایک دن آپ کی بارگاہ میں آنے والوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ بعض لوگوں کو شامیانے سے ہٹ کر دھوپ میں بیٹھنے پر مجبور پر ہونا پڑا خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو طبیعت بے چین ہوگئی فرمایا :

,,ذرا پاس پاس ہو بیٹھو تا کہ وہ بھی سائے میں بیٹھیں کیونکہ دھوپ میں بیٹھے تو وہ ہیں اور جلتا میں ہوں،،(فوائد الفوائد ص:۹۱)

تصوف کی تاریخ میں اکثر ان بزرگان دین کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے گوشہ نشینی کو اختیار کیا اور مخلوق سے کٹ کر خدا کی عبادت و ریاضت میں ساری زندگی گزار دی ان کا ماننا یہ تھا کہ مخلوق کی وجہ سے عبادت و ریاضت کا زیادہ موقعہ نہیں مل پاتا ہے اور بعض اوقات راہ سلوک میں مخلوق رکاوٹ بھی بن جاتی ہے، مگر مشائخ چشت کا نظریہ ان سے مختلف نظر آتا ہے ان کے یہاں مخلوق سے کٹ کر عبادت و ریاضت میں لگ جانا بہت زیادہ پسندیدہ کام نہیں ہے بلکہ انہوں نے مخلوق میں رہ کر عبادت کرنے پر زور دیا تاکہ خدمت خلق کی جو روایت ان کے یہاں چلی آرہی ہے اس کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے یہی وجہ ہے کہ جب خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی نے اپنے مرشد خواجہ نظام الدین اولیاء سے کسی تنہائی کے مقام پر جا کر خدا کی عبادت میں مشغول ہونے کی اجازت مانگی تو وہاں سے جواب یہ موصول ہوا کہ:

,,اورا بگو ترا در میان خلق می باید بود و جفا و قفائے خلق می باید کشید و مکافات آں بہ بذل و ایثار عطا می باید کرد،، یعنی ان سے کہہ دو کہ تمہیں خلق میں رہنا اور لوگوں کے جور وظلم کے مصائب جھیلنے چاہیے اور ان کے عوض میں سخاوت و ایثار اور بخشش کرنا چاہئے،،(اخبار الاخیار ص:۸۰)

بادشاہان وقت اور ان کے عہدے داران سے کسی قسم کا ربط رکھنا مشائخ چشت کے یہاں شروع ہی سے معیوب سمجھا جاتا رہا ہے نہ صرف حکومت بلکہ اصحاب ثروت لوگوں سے میل جول سلسلہ چشتیہ میں سختی سے ممنوع رہا ہے، مشائخ چشت کا ماننا تھا کہ جو لوگ بادشاہوں یا اصحاب ثروت لوگوں سے تعلق رکھیں وہ خلافت و اجازت کے مستحق نہیں ہیں جب تک کہ وہ ان سے قطع تعلق نہ کرلیں اس روایت کو ہمیشہ مشائخ چشت نے برقرار رکھا اور شاہان وقت کی غایت عقیدت کے باوجود ان کی طرف التفات نہ کیا مگر جب مخلوق خدا کی مادی حاجت روائی کا مسئلہ آتا ہے تو مشائخ چشت اپنے اس روات میں کچھ نرمی برتتے ہوئے نظر آتے ہیں حضرت خواجہ نظام اورنگ آبادی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی خانقاہ کے دس دروازہ تھے ہر دروازہ پر ایک کاتب بیٹھا رہتا تھا جو حاجت مند آتا اس کی حاجت کو لکھ کر دے دیتا اس پر حضرت کی مہر لگادی جاتی جس پر یہ عبارت کندہ تھی :

ذکر مولی از ہمہ اولی
در رعایت دلہا بکوش
نظام دین بدنیا مفروش

حاجت مند یہ پرچہ امیر کے پاس لے جاتا وہ اسے اپنی سعادت سمجھ کر اس کی ضرورت کو پوری کردیتے تھے(فخر الطالبین ص:۸۸)

جس طرح مسائخ چشت کے یہاں خدمت خلق کا تصور گہرا اور مضبوط ہے اسی قدر لوگوں کو کسی قسم کی ایذا پہنچانے کا خیال بھی ان کے یہاں ناروا ہے کوئی انہیں کتنی ہی تکلیف دے،اس لئے کہ دوسروں کی تکلیف پر صبر اور مخلوق کی ایذا رسانی پر انہیں معاف کرنا بھی مشائخ چشت کے یہاں خدمت خلق کی ایک قسم ہی ہے خواجہ نظام الدین اولیاء کا یہ شعر مشائخ چشت کے اسی نظریہ کی بھرپور نمائندگی کررہا ہے

ہر کہ مارا رنج دارد راحتش بسیار باد
ہر کہ مارا یار نبود ایزد او را یار باد
ہر کہ خارے افگند در راہ ما از دشمنی
ہر گل کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

(فوائد الفوائد ص:۸۶)

مذکورہ بالا ساری گفتگو سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ مشائخ چشت نے خدمت خلق پر کتنا زور دیا اور اسے کس قدر اہمیت دی جبکہ اسی کے ضمن میں یہ بات بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ آج ہندوستان میں اسلام کے ماننے والوں کی جو یہ بھاری تعداد نظر آرہی ہے اس میں مشائخ چشت کی محنت، جانفشانی اور تگ و دو کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کے تصور نے انہیں کافی سپورٹ کیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں کے دلوں میں جگہ بناتے چلے گئے آج پھر اس تصور کے احیاء کی ضرورت ہے خاص کر اس خود غرض اور گہما گہمی کے دور میں اس پیغام کی معنویت مزید بڑھ جاتی ہے کہ ہم خدمت خلق کے چشتی تصور کو فروغ دیں۔

☆☆☆☆

خواجہ غریب نواز

اخلاق وکردار کے آئینے میں

محسن رضاضیائی

خواجۂ خواجگاں شاہ ہندوستاں عطائے رسول حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ چھٹی صدی ہجری کی ایک عظیم نابغہ روزگار شخصیت ہے جو اپنے وقت کے ایک جلیل القدر بزرگ، متبحر عالم دین، محقق، مفکر، عارف باللہ ، اور ساتھ ساتھ بے مثال مجدد اور باکرامت ولی بھی تھے۔کرۂ ارض پر آپ کی بے شمار دینی، علمی اور تجدیدی خدمات ہیں جس کا احاطہ ممکن نہیں ۔آپ کی تصنیف کردہ کتابوں اوراقوال و ارشادات کی تعداد کثیر ہے جن سے تصوف و طریقت ، اخلاق و آداب ، شریعت اور سنت نبوی ﷺ کا بہت زیادہ درس ملتا ہے۔اس کے علاوہ راست گوئی ،خدمت خلق، احقاق حق اور ابطال باطل آپ کے مزاج وطبیعت میں رچا بسا تھا۔ آپ نے اپنی پوری عمراحیائے دین، اتباع شریعت اور اسلام کے فروغ واستحکام میں صرف کردی۔ آپ کی انہی دینی وتبلیغی مساعی جمیلہ سے ہندوستان میں لاکھوں لوگوں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔یہی وجہ ہے کہ آج برصغیر (ہند وپاک وبنگلادیش) میں پرچم اسلام لہرار ہا ہے۔

تاریخی شواہد سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ تبلیغ اسلام ،اشاعت دین اور شریعت مصطفوی ﷺ کے فروغ واستحکام میں آپ کے حسن اخلاق و کردار ،عمدہ عادات و اطوار ،شیریں کلامی، حلم وبردباری، عفوودرگزر، تواضع وانکساری، غریب پروری، دنیا سے بے نیازی وبیزاری اور صبروشکر کا ایک اہم رول رہا ہے۔آپ مکارم اخلاق اور محاسن اخلاق کے عظیم پیکر اور اخلاق نبوی ﷺ کے مکمل نمونہ تھے۔آپ کی سیرت وسوانح کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ آپ کس قدر اپنے بڑوں کی تعظیم و توقیر، چھوٹوں سے مشفقانہ برتاؤ، غریبوں کی ذرہ نوازی اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی کیا کرتے تھے۔یہاں آپ کی اخلاقی زندگی کے چند گوشوں کو پیش کیا جارہا ہے۔

☆ حُسنِ خُلق:

ہر ایک کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آنا یقینا یہ ایک ایسی عادت ہے جس سے انسان کی زندگی میں چار چاند لگ جاتے ہیں اور وہ سماج و معاشرے میں با اخلاق، مہذب و مؤدب اور شریف الطبع انسان کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”یقینا تم میں سب سے زیادہ مجھے وہ شخص محبوب ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔(بخاری) اس حدیث رسول ﷺ کی رو سے غریب نواز علیہ الرحمۃ کی زندگی کے پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے تو آپ کی ذات و شخصیت اس کی پیکر جمیل، مظہر اتم اور نمونہ کامل نظر آتی ہے۔

حضرت بابافریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیرومرشد سیدنا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان رقم فرماتے ہیں کہ:میں حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بیس سال تک رہا،ایک مرتبہ ہم ایک ایسے جنگل میں پہنچے جہاں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا،ہم تین روز تک اس جنگل میں پھرتے رہے،میں نے سنا تھا کہ اس جنگل کے پاس ایک پہاڑ پر کوئی بزرگ رہتے ہیں ، حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ نے مصلے کے نیچے سے دوروٹیاں نکال کر مجھ کودیں اور فرمایا کہ ان بزرگ کی خدمت میں لے جاؤ اور میرا ان سے سلام کہو!

میں نے روٹیاں ان بزرگ کے سامنے رکھیں ،انہوں نے ایک روٹی مجھے عنایت فرمائی اور دوسری افطار کے لئے رکھ لی، پھر مصلے کے نیچے سے چار کھجوریں نکالیں اور مجھے دیتے ہوئے فرمایا، یہ معین الدین کودے دینا،جب میں کھجوریں لیکر آیا تو حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا:اے درویش !پیر کا فرمان رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہوتا ہے،پس جو پیر کا فرمان بجالاتا ہے وہ گویا رسول اللہ ﷺ کا فرمان بجالاتا ہے۔(معین الارواح)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو محبوب و پسندیدہ اخلاق وعادت ،خصائل جمیلہ اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ فرمایا تھا۔یہی وجہ ہے کہ آپ صغیر وکبیر، امیر وغریب اور کمزور وطاقت ور سبھی کے ساتھ انتہائی

خوش خلقی وخوش روئی سے پیش آتے تھے۔

☆خوفِ خدا:

اللہ تعالیٰ کو بندے کی وہ حالت وکیفیت بہت زیادہ پسند ہے جس میں وہ اپنے رب کے حضور خلوت وتنہائی میں گریہ وزاری کرتا ہے، اس کی بار گاہ میں نادم وشرمندہ ہوتا ہے اور خوفِ خداوندی و خشیتِ الٰہی کے باعث گریہ ونالاں ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں خوفِ خدا رکھنے والوں کے لئے دو جنتوں کی بشارت ونوید سنائی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے، اس کے لئے دو جنتیں ہیں (پارہ ۲۶، سورہ رحمٰن، آیت، ۴۶) اسی طرح اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا (ان فرشتوں سے جو دوزخ پر متعیّن ہیں) آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جس نے مجھ کو ایک دن بھی یاد کیا یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔" (ترمذی)

مذکورہ بالا فرامین کی روشنی میں دیکھیں تو حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی زندگی بھی کچھ اسی قدر تھی۔ آپ ہمیشہ اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرتے رہتے تھے اور اپنے مریدوں سے بھی یہی فرماتے تھے کہ: "اے لوگوں اگر تم کو زیرِ خاک ہوئے لوگوں کا ذرا سا بھی حال معلوم ہوجائے تو تم (مارے خوف ودہشت کے) کھڑے کھڑے پگھل جاؤ اور نمک کی طرح پانی ہوجاؤ۔" (مسالک السالکین)

غریب نواز علیہ الرحمۃ کے اندر خوفِ خداوندی اور خشیتِ الٰہی خوب رچی بسی تھی جس کی وجہ سے آپ بارگاہِ خداوندی میں بے حد مقبول ہوئے۔

☆تواضع وانکساری:

یہ بھی ایک ایسی عادت و خصلت ہے کہ جس بندے کے اندر پیدا ہوجائے تو وہ دنیا ومافیھا کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے لولگا تا ہے جس کی وجہ سے بندے کو اپنے رب کا قرب حاصل ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہاں میں بلندی وسرخروئی عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے تواضع و انکساری اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو سربلندی عطا فرمائے گا"۔ (احیاء العلوم) اسی کو حضرت شیخ سعدیؔ شیرازی علیہ الرحمۃ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

دلا گر تواضع کنی اختیار
شود خلق دنیا ترا دوست دار

اے دل! اگر تو تواضع اختیار کرے گا تو دنیا کی مخلوق تجھے اپنا دوست بنالے گی (کریما سعدی)

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ اسی مبارک خصلت وعادت کی ایک عملی تصویر کا نام ہے، جن کے اندر عاجزی و خاکساری، تواضع و انکساری اور منکسر المزاجی انتہائی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ بزرگوں نے ولی کامل کی علامت وپہچان کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس کے اندر چاند کی طرح شفقت، دریا کی طرح سخاوت و فیاضی اور زمین کی مانند تواضع و خاکساری ہو وہ انتہائی درجہ کمال پر فائز ہوتا ہے۔ یہ تینوں اوصاف و کمالات حضور غریب نواز علیہ الرحمۃ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

☆عفوودرگزر:

کسی کی غلطی پر عفوو درگزر سے کام لینا اور ہر حال میں صبر وشکر اختیار کرنا یقیناً یہ انبیاے کرام علیہم السلام کی سنت مبارکہ ہے جو بہت ہی بہترین خصلت اور نہایت ہی عمدہ ونفیس عادت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے: "لوگوں کی خطاؤں کو معاف کردو اور عفوودرگزر کی خصلت اختیار کرو"۔ خود پیارے آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "خیر المال العفو" یعنی معاف کرنا بڑی دولت ہے۔ سرکار غریب نواز علیہ الرحمۃ مذکورہ فرامین وخصائل کے ایک عملی نمونہ تھے، آپ انتہائی متحمل مزاج، رقیق قلب اور متین وسنجیدہ شخص تھے، اگر کوئی آپ کو کسی طرح کی بھی کوئی دکھ وتکلیف پہنچاتا تو آپ نہایت ہی خندہ زنی سے اسے سہ لیا کرتے پھر بعد میں اس کے نادم و شرمندہ ہونے پر عفوو درگزر سے کام لیتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کا قتل کرنے کے ارادے سے آپ کے پاس آیا، کشف کے ذریعہ آپ پر اس کے آنے کا مقصد ظاہر ہوگیا، اس شخص کو نہایت شفقت ومحبت سے اپنے پاس بٹھاکر فرمایا: جس ارادے سے یہاں آئے ہو، اسے پورا کرو۔ وہ شخص حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ کی زبان سے یہ جملہ سن کر مبہوت وحیران رہ گیا، وہ اسی وقت آپ کے قدموں پر گر کر معافی کا طلب گار ہوا، حضرت نے اسے معاف کردیا اور اس کے حق میں دعائے خیر بھی فرمائی۔ (معین الارواح)

آپ کی سیرت و سوانح کی کتابوں میں آپ کے عفوو درگزر کے بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس قدر متحمل المزاج نرم دل، حلیم وبردبار اور مخلوق، خدا پر مہربان تھے۔

☆سخاوت وفیاضی اور غریب پروری:

اپنے خالق ومالک کی عطاکردہ نعمتوں کا شکرواحسان بجالاتے ہوئے اسے راہ خدا میں صرف کرنا سخاوت وفیاضی کہلاتا ہے۔یہ ایک ایسی عادت وخصلت ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ سخی وفیاض شخص کو بے شمار اجر وثواب اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور مزید اس کے اموال وذرائع میں بے پناہ برکتیں اور رحمتیں نازل فرماتا ہے۔اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے سخی وفیاض کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور بتایا اور فرمایا کہ جنت سخی لوگوں کا گھر ہے۔یقینا یہ تمام فضائل وانعامات ان لوگوں کے لیے ہیں جو راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں یعنی غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی حاجات وضروریات کو پوری کرتے ہیں۔غریبوں، مسکینوں، حاجت مندوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی دل جوئی کرنا، ان کے درد وکرب، اضطراب وبے چینی اور غربت وافلاس کا ازالہ کرکے راحت وآرام، اطمینان وسکون اور فرحت وخوشی پہنچانا، ان سے الفت ومحبت کرنا ان کی حاجات وضروریات کو بلا تامل و توقف پورا کرنا نہایت ہی اعلیٰ خدمت ہے۔غریب نواز علیہ الرحمہ کی ذات والا صفات کو اگر اس ضمن میں بھی دیکھا اور پڑھا جائے تو آپ بہت ہی وسیع الظرف، دل نواز، حاجت روا اور غریب پرور نظر آتے ہیں ۔حضرت سلطان الہند غریب نواز علیہ الرحمہ کے عطاو بخشش، سخاوت و فیاضی اور غریب پروری کی مثال تاریخ ہند میں کہیں نہیں ملتی۔آپ خود اپنے ارادت وعقیدت مندوں کو یہی نصیحت وتلقین فرمایا کرتے تھے کہ: ”درویشوں اور غریبوں سے محبت رکھو جو ان کو دوست رکھتا ہے اللہ عز وجل اس کو دوست رکھتا ہے۔“حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ: میں ایک عرصہ تک آپ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا، اس دوران کبھی کسی سائل یا فقیر کو آپ کے در سے خالی ہاتھ جاتے نہیں دیکھا۔آپ کے لنگر خانہ میں روزانہ اتنا کھانا تیار کیا جاتا تھا کہ شہر کے تمام غربا ومساکین خوب سیر ہوکر کھاتے، خادم حاضر بارگاہ ہوکر جب یومیہ خرچ کا مطالبہ کرتا تو آپ مصلے کا ایک گوشہ اٹھاکر فرماتے جس قدر آج کے خرچ کے لئے ضرورت ہو لے لو، وہ مطلوبہ مقدار میں لے لیتا اور حسب معمول کھانا پکواکر غریبوں اور مسکینوں کے درمیان تقسیم کردیا کرتا، اس کے علاوہ حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے درویشوں کا وظیفہ بھی مقرر تھا۔(سیرتِ خواجہ غریب نواز، ص۲۶۴)

یہی وجہ ہے کہ آپ برصغیر بلکہ تمام اکناف عالم میں ”غریب نواز“ کے نام سے مشہور ومعروف ہیں۔اورآج بھی آپ کے آستانہ عالیہ پر بلا تفریق مذہب وملت لوگ آتے ہیں اور اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کے لوٹتے ہیں۔

☆صبر وشکر:

مصیبتوں کے سامنے عزم واستقلال کے ساتھ جم کر ڈٹے رہنا اور نعمتوں کے حصول پر اپنے رب کا خوب شکر بجالانا یہ ایک ایسی عادت وخصلت ہے جو انبیائے کرام ورسولان عظام علیہم السلام کی مبارک سنت ہے۔جس انسان کے اندر یہ سرشت وخو پیدا ہوجاتی ہے، وہ اپنے رب کا انتہائی صابر وشاکر بندہ بن جاتا ہے۔سرکار غریب نواز علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ کے درخشاں پہلوؤں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نہایت ہی صابر وشاکر اور قناعت پسند تھے۔ آپ ہر سخت سے سخت مصیبت پر صبر وتحمل کا مظاہرہ فرماتے، یہاں تک کہ آپ نے اپنی پوری زندگی میں بے شمار مشکل گزار گھاٹیوں کو طے فرمایا، لیکن کبھی بھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے اور یونہی صبر واستقلال اور ثبات قدمی کے ساتھ اس پر ڈٹے رہے، اور اسی طرح رنج وراحت اور غمی و خوشی میں اپنے رب کا شکرواحسان بجالاتے رہے۔

حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کی حیات مقدسہ کے یہ چند اخلاقی پہلو تھے، جن سے غریب نواز علیہ الرحمہ کے اخلاق وکردار، علم وعمل، زہدو تقویٰ، تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب، عبادت وریاضت، سخاوت وفیاضی اور اخلاص وللّٰہیت کا بے پناہ درس ملتا ہے۔جن پر عمل کرکے ہم اپنی زندگی کو اخلاق وکردار کا آئینہ دار بنا سکتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں غریب نواز علیہ الرحمۃ کے اخلاق وکردار کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

------------☆☆☆------------

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

اپٹوڈیٹ ٹیلر

نواڈیہ روڈ، اورنگ آباد، بہار

موبائل نمبر:9430210008

محمد عارف دانش رضوی

نزد ڈاکٹر پرویز انصاری، اللہ والی مسجد کے سامنے

زیتون پورہ، بھیونڈی، تھانے، مہاراشٹر

ملک کا اپوزیشن کہاں ہے؟؟

صابر رضا رہبرؔ مصباحی

ملک کا سیاسی منظر نامہ کسی بڑی اَن بوجھ پہیلی کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ سیاسی تجزیہ نگاروں اور ماہرین سیاست نے کچھ برسوں قبل مودی حکومت کی پالیسیوں اور ان کے نفاذ کے طریقوں کو ایمرجنسی کی آہٹ سے تعبیر کیا تھا اور تقاضہ کے مطابق جمہوریت کی حفاظت کے لیے حفظ ماتقدم کے طور پر مختلف شکلوں میں عملی طور پر صدائے احتجاج بھی بلند کیا تھا۔ برسراقتدار پارٹی کے سینئر رہنماؤں کی سرپرستی میں حب الوطنی کے نام پر طرح طرح تماشے دکھائے گئے۔ آر ایس ایس کی طلبہ تنظیم اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد نے ملک کی تعلیم گاہوں میں جس خوف کا ماحول قائم کیا اور بڑی شدت کے ساتھ یہ احساس کرادیا کہ اظہار رائے کی آزادی کے نام کی کوئی چڑیا ہندوستان میں بسیرا نہیں کر سکتی اور اگر کسی کو سچ بولنا ہے تو اسے ہندوستان چھوڑ دینا چاہیے۔ اگر بات صرف روہت ویمولا اور جے این یو کی ہوتی تو اسے شاذ کے قبیل سے سمجھا جاتا مگر اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی جے این یو ہی میں اے بی وی پی کے ارکان نے نجیب احمد کو نہ صرف بری طرح پیٹا بلکہ اسے غائب بھی کر دیا اور آج تقریباً پانچ ماہ ہونے کو ہے مگر اب تک انٹلی جنس بیورو اور حکومت نجیب احمد کی بازیافت میں ناکام ہے۔ مسلسل پانچ ماہ سے نجیب کی ماں کی چیخیں ایوان حکومت سے ٹکرا کر دم توڑ رہی ہیں اور تمام سرکاری مشینری چین کی نیند میں ہے۔ جے این یو کا واقعہ دہلی یونیورسٹی میں دہرایا گیا، الہ آباد یونیورسٹی میں اس کی دھمک محسوس کی گئی، رامجس کالج میں جو کچھ ہوا اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں، رامجس کالج کی طالبہ گرمہر کور جس بہادری کے ساتھ جمہوریت کے تحفظ کے لیے آگے بڑھی اور حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا وہ قابل تقلید ٹھہرا، امبیڈکر یونیورسٹی دہلی میں اظہار رائے کی آزادی پر منعقد ہونے والے سمینار کو ملتوی کرادیا گیا اور پھر پنجاب یونیورسٹی میں بھی اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد کے غنڈوں نے یہ ثابت کر دیا کہ یونیورسٹی انتظامیہ اور طلبہ کس موضوع پر سمینار، ورکشاپ اور سمپوزیم کریں گے اس کا فیصلہ اے بی وی پی کرے گی۔

ان تمام واقعات پر اگر غور کریں تو ہر جگہ جمہوریت کی حفاظت اور اظہار رائے کی آزادی کے لیے ملک کے دانشور اور طلبہ اپنی جلوہ سامانی کے ساتھ موجود نظر آتے ہیں لیکن ان حالات میں اپوزیشن پوری طرح سے منظر نامے سے غائب نظر آتا ہے۔ حالانکہ جمہوریت میں اپوزیشن کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف حکومت کی کارکردگی اور اس کی پالیسی پر ترچھی نظر رکھتا ہے بلکہ وہ عوام کی ترجمانی بھی کرتا ہے۔ اس لیے جمہوریت میں اپوزیشن کے رول کو حکومت کے معاون کا درجہ دیا جاتا ہے۔ اپوزیشن ہی حکومت کے منہ میں لگام لگاتا ہے اور اس کی عوام مخالف پالیسیوں سے ملک کو بروقت آگاہ کر کے حکومت کو اپنے فیصلے واپس لینے پر مجبور کرتا ہے۔ لیکن بھارتیہ جنتا پارٹی کے دوراقتدار میں اپوزیشن پوری طرح بے جان نظر آتا ہے۔ رسوئی گیس، پٹرول اور اشیائے خوردنی کے دام آسمان چھو رہے ہیں، ملک مخالف سرگرمیوں میں برسراقتدار پارٹی کے لیڈران پکڑے جارہے ہیں اور اس پارٹی کے لیڈروں کے ذریعہ ننھے منے بچوں کی اسمگلنگ کے واردات سامنے آرہے ہیں، اس کے بعد بھی حکومت اور اپوزیشن دونوں ریلی، روڈ شو اور انتخابی تشہیر میں بدمست ہیں۔ یقیناً اپوزیشن کا یہ رویہ افسوسناک اور ملک کے جمہوری اقدار کو خطرے میں ڈالنے والا ہے۔

انسداد دہشت گردی دستہ (اے ٹی ایس) نے مدھیہ پردیش کے چار شہروں سے پاکستانی خفیہ ایجنسی کے ۱۱؍ ایجنٹوں کو گرفتار کیا اور عوام اس وقت حیران رہ گئے کہ پاکستان کی دلالی کر کے ملک کی سیکورٹی کو خطرے میں ڈالنے والے افراد کا تعلق اسی طبقہ سے ہے جو مسلمانوں سے بات بات پر حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ پر مانگتا ہے۔ بی جے پی آئی ٹی سیل کے کنوینر دھرو سکسینہ سرغنہ نکلا۔ یہ بی جے پی کے

کئی بڑے لیڈروں کا قریبی ہے، فیس بک پروفائل پر آپ کو دھروکی بی جے پی کے کئی لیڈروں کے ساتھ تصویر دیکھنے کو مل جائے گی۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق دھرو بی جے پی کی آئی ٹی سیل میں بھاجیمو کے ضلع کنوینر کے عہدے پر مامور تھا، وہ سینئر بی جے پی لیڈر کیلاش وجے ورگیہ، وزیر اعلیٰ شیوراج سنگھ چوہان، بھوپال میئر آلوک شرما، بھوپال ایم پی آلوک سنجر کے ساتھ بھی اسٹیج شیئر کر چکا ہے۔ اس کی ایسی کئی تصاویر فیس بک اکاؤنٹ پر پڑی ہوئی ہیں۔ یہ تینوں پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی کے لیے کام کر رہے تھے۔ یہ تمام ۱۱ر جاسوس ہندوستانی فوج کے جائے وقوع اور فوج کے افسروں کی سرگرمیوں کی معلومات ایک ٹیلی فون ایکسچینج چلا کر آئی ایس آئی تک پہنچاتے تھے۔ اس کے لیے انہیں پاکستان سے موٹی رقم بھی ملتی تھی۔ اس معاملے میں اب تک تین کروڑ روپے کے حوالہ کا معاملہ سامنے آچکا ہے۔ یہ لوگ انٹرنیشنل کال کو جدید ٹکنالوجی کی مدد سے انٹلی جنس کو دھوکہ دینے کے لیے لوکل کال میں تبدیل کرتے تھے۔ اس انکشاف کے بعد بھی اپوزیشن کہیں سوتا ہوا نظر آیا۔ ہاں مدھیہ پردیش کے سابق وزیر اعلی دگ وجے نے سنگھ نے یہ ٹویٹ کر کے کہ بھوپال میں پکڑے گئے آئی ایس آئی کے ایجنٹوں میں ایک بھی مسلمان نہیں ان میں سے ایک بی جے پی کا رکن ہے۔ مودی بھکتو کچھ سوچو۔“ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر ہونے کا فرض ادا کر دیا۔ مدھیہ پردیش میں ہی جیل سے نکال کر سیمی کے مبینہ کارکن کو فرضی انکاؤنٹر میں مارنے کے واقعات کے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے ہیں۔ مطلع پوری طرح صاف ہونے کے باوجود اس وقت بھی اپوزیشن کا کوئی رول سامنے نہیں آیا تازہ معاملہ میں جمعہ کو راجستھان کے جیسلمیر کے باڑمیر اور جودھپور سے ملک کی فوجی سرگرمیوں، اہم اسٹریٹجک اہداف کی خفیہ اطلاعات اور فوٹو گراف پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی آئی ایس آئی کو بھیجنے کے الزام میں تین پاکستانی جاسوس ستارام مہیشوری ، ونود کمار اور سنیل کمار کو گرفتار کیا ہے۔ وہ لوگ باڑمیر، جیسلمیر، جودھپور، پوکرن فوجی مشق، آرمی موومنٹ اور فضائیہ کی سرگرمیوں کے بارے میں پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی آئی ایس آئی کو مسلسل معلومات بھیج رہے تھے۔ ان کے قبضے سے کئی اقسام کے فوجی دستاویزات، فوٹو گرافس اور خفیہ دستاویزات ملے ہیں۔

اسی دوران یہ خبر آئی کہ ملک میں بڑھتے ریل حادثوں کے پس پردہ پاکستان کا ہاتھ ہے اور اس میں بھی بھوجپوری فلم انڈسٹری کے سرکردہ افراد ملوث ہیں۔ اس میں نیپالی شہری شمس الہدی کا نام اچھالا گیا اور اس پر میڈیا میں حسب توقع خوب دھما چوکڑی مچائی گئی لیکن میڈیا کے منہ پر اس وقت تالا لگ گیا جب این آئی اے، را اور انٹیلی جنس بیورو نے برج کشور گری عرف بابا کرنل، شمبھو گری، اوما شنکر پٹیل، موتی لال پاسوان اور مکیش یادو کو گرفتار کیا۔ اس وقت ملک کے انصاف پسند عوام کو اپوزیشن سے بڑی امید قائم ہوئی تھی لیکن یہاں اپوزیشن تو پوری طرح غیر حاضر رہا مگر مزے کی بات تو یہ ہے کہ وزیر اعظم نریندر مودی نے یوپی کی ایک ریلی میں سیاسی کارڈ کھیلتے ہوئے اسے اپنے کھاتے میں کیش کرالیا یعنی ۔

وہی ذبح بھی کرے اور وہی لے ثواب الٹا

مغربی بنگال میں ایک دل کو دہلانے والے بچوں کے اسمگلنگ ریکٹ کا پردہ فاش ہوا، اس میں بھی بی جے پی خواتین سیل کی لیڈر کی بی جے پی خواتین سیل کی لیڈر جوہی چودھری کی گرفتاری ہوئی اور تحقیقات میں بی جے پی لیڈر و سابق اداکارہ روپا گنگولی اور کیلاش وجے ورگیہ کے کردار سامنے آئے۔ مغربی بنگال کے جلپائی گوڑی کی ایک عدالت نے بچوں کی اسمگلنگ کے الزام میں گرفتار بھارتیہ جنتا پارٹی کی خواتین ونگ کی لیڈر جوہی چودھری کو ۱۲ر دنوں کے لیے کرائم انویسٹی گیشن ڈیپارٹمنٹ (سی آئی ڈی) کے ریمانڈ پر بھیج دیا۔ نونہالوں کی لاشوں کی سوداگری کے انکشاف کے باوجود آپ کو اپوزیشن کا ڈھونڈنے پر بھی کہیں نہیں ملتا ہے، ہر طرف خموشی اور سناٹا نظر آتا ہے۔

ہندوستانی جمہوریت اپنے نازک دور سے گزر رہی ہے ،سچ بولنے پر زبان بند کرنے کے لیے ہر حربے اپنائے جا رہے ہیں ، روہت ویمولا، نجیب احمد اور مہاراشٹر میں امبیڈکروادی مؤرخ کرشنا کروالے کا قتل اس کی مثال ہے۔ ہمیں سخت حیرت ہے کہ سچ کی ترجمانی کرنے والی طالبہ گرمہر کور کو اجتماعی عصمت دری کرنے کی دھمکی دی گئی اور اپوزیشن کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو گرم نہیں ہوا، ملک کے انصاف پسند عوام میں کوئی حرکت محسوس نہیں کی گئی اور حساس طبقہ نے صرف مذمتی بیان پر خود کو محدود کر لیا۔ یقیناً ہمارا یہ رویہ ملک کی گنگا جمنی تہذیب کے سچے نگہبان کی تکذیب کرتا ہے۔ موجودہ حالات میں اپوزیشن کی کمزور نحیف آواز جمہوری نظام کے لیے نیک شگون نہیں ہے۔ ☆☆☆

فکر و نظر

شبِ براءت: عبادات اور منکرات

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مئی ۲۰۱۷ء کا عنوان	رمضان المبارک اور اصلاحِ معاشرہ
جون ۲۰۱۷ء کا عنوان	اردو شاعری میں تصوف کی جلوہ ریزیاں

شبِ براءت کے فضائل و منکرات "ماثبت بالسنہ" کی روشنی میں

از: محمد طفیل احمد مصباحی۔ سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور

اللہ تبارک و تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو سال میں چار ایسی مخصوص راتیں عطا فرمائی ہیں جو فضل و شرف اور خیر و برکت میں دیگر راتوں سے کئی گنا زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) شب ولادتِ رسول ﷺ (۲) شبِ معراج (۳) شبِ براءت (۴) شبِ قدر۔

شبِ براءت کی عظمت و رفعت خود اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ مبارک رات رحمت و بخشش اور جہنم سے براءت و نجات کی رات ہے۔ اس مقدس رات کے چار نام ہیں جو اس کی فضیلت و بزرگی پر دلالت کرتے ہیں کہ كثرة الاسماء تدل على شرف المسمىٰ (یعنی نام کی کثرت مسمیٰ کی فضیلت کی دلیل ہوتی ہے)

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولها أربعة اسماء (١) الليلة المباركة (٢) الليلة البراءة (٣) الليلة الرحمة (٤) الليلة الصك. (الجامع لأحكام القرآن ٨/٨٤، دار الكتب العربية، بيروت)

علامہ سید محمد بن علوی مالکی نے ابو الخیر طالقانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ شبِ براءت کے بائیس نام ہیں۔ (ماذا فی شعبان، ص: ۸۵)

شبِ براءت کی اسی اہمیت اور عظمت کے پیشِ نظر اللہ کے رسول ﷺ نے اس مبارک رات میں مسلمانوں کو عبادت و ریاضت، توبہ و استغفار اور قرآن کی تلاوت کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے اور فرماتے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ شبِ براءت کے موقع پر رات کو قیام فرماتے، قبرستان تشریف لے جاتے اور اپنی امتِ مرحومہ کے حق میں دعائے خیر و مغفرت فرماتے اور اس کے دوسرے دن روزے کا اہتمام فرماتے اور اپنے صحابہ کو بھی ان اعمالِ حسنہ کی تعلیم و تلقین فرماتے۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی مشہور کتاب "ماثبت بالسنه فی الأيام والسنه" میں سال کے مخصوص ایام اور راتوں کے فضائل و خصوصیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور ساتھ ہی ان ایام و لیالی میں در آئے مسلم معاشرے میں قبائح و منکرات پر بھی گفتگو فرمائی ہے۔

شیخ محدث دہلوی کی یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ "مومن کے ماہ و سال" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ بھی مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ اصل عربی کتاب کی روشنی میں شعبان اور شبِ براءت کے کچھ فضائل و برکات ہدیۂ قارئین ہیں:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دیگر مہینوں میں اتنا روزہ نہیں رکھتے جتنا کہ شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: یہ وہ مہینہ ہے کہ لوگ اس کی اہمیت سے غافل ہیں، یہ

رمضان اور رجب کا درمیانی مہینہ (شعبان) ہے۔ اس مہینے میں بندوں کے اعمال بارگاہِ مولا میں پیش ہوتے ہیں، تو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل خدا کی بارگاہ میں پیش ہو اور میں روزے سے رہوں۔

(ماثبت بالسنه، ص: ١٩٦، مطبع مجتبائی دهلی)

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث منقول ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ماہِ شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزہ نہیں رکھتے اور یہ اس لیے کہ اس مہینے میں بندوں کے سال بھر کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔

ایضاً، ص:۱۹۶)

شبِ براءت کی فضیلت: خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نصف شعبان (شبِ براءت) کو آسمانِ دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتا ہے اور ہر گنہگار اور مجرم شخص کو بخش دیتا ہے سوائے مشرک اور کینہ و عداوت رکھنے والے کے (یعنی ان کی مغفرت نہیں فرماتا)۔(ماثبت بالسنه، ص: ١٩٩)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذا كان ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها.

یعنی پندرہویں شعبان کی شب (شبِ براءت) کو قیام کرو اور دن (پندرہویں شعبان کی صبح) میں روزے رکھو۔

اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات میں غروبِ آفتاب سے آسمانِ دنیا کی طرف اپنی خاص نظرِ رحمت فرماتا ہے اور کہتا ہے:

ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اسے معاف کر دوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اسے رزق دوں، ہے کوئی مصیبت کا مارا کہ اسے مصیبت اور بلا سے نجات دوں۔ یہ سلسلۂ رحمت و ندا طلوعِ فجر تک جاری رہتا ہے۔ (ایضاً، ص:۱۹۹)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرئیل امیں کو شبِ براءت میں حکم دیتا ہے کہ جنت جاؤ اور اسے آراستہ و مزین ہونے کا حکم دے دو اور اعلان کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے پندرہویں شعبان کو آسمان کے ستاروں، دنیا کے رات دن، درخت کے پتوں، پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر گنہگار بندوں کو جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔

(ایضاً، ص:۲۰۳)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ شبِ براءت کے موقع پر حضور ﷺ کو اپنے پاس نہیں پایا تو آپ کی تلاش میں نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں اور اپنے سرِ اقدس کو آسمان کی طرف اٹھائے رحمتِ خداوندی کے طالب ہیں۔ مجھے دیکھ کر سرکار نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تجھے اس بات کا خوف ہے کہ اللہ و رسول تجھ پر ظلم کریں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، نہیں ہرگز نہیں، مجھے اس بات کا خوف نہیں، میں نے تو صرف یہ خیال کیا کہ آپ بعض ازواج کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ بعد ازاں حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان (شبِ براءت) کو آسمانِ دنیا کی طرف خاص توجہ فرماتا ہے اور قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بال کے برابر گنہگار بندوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام بیہقی وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔ (ایضاً، ص:۲۰۲)

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ شبِ براءت میں اٹھے اور چودہ رکعات نماز پڑھی، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو گئے اور چودہ بار سورہ فاتحہ، چودہ بار سورہ اخلاص، چودہ بار سورۂ فلق، چودہ بار سورۂ ناس، آیۃ الکرسی ایک بار اور آیتِ کریمہ: لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر تک تلاوت فرمائی۔ جب آپ نماز و تلاوت سے فارغ ہو گئے تو میں نے حضور سے دریافت کیا کہ آپ نے جو یہ عملِ خیر انجام دیا، اس کا ثواب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

شبِ براءت میں جو شخص اس طریقے سے نماز پڑھے اور تلاوت کرے تو اسے بیس حجِ مبرور اور بیس برس کی عبادتِ مقبول کا ثواب ملے گا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے اسے موضوع روایت (گڑھی ہوئی حدیث) کے قریب تر بتایا ہے اور امام جوزقانی نے "اباطیل" میں اور ابنِ جوزی نے "موضوعات" میں اسے بیان کیا ہے۔ (ایضاً، ص:۲۱۳)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے آخر الذکر اس حدیث کے علاوہ دو حدیثیں مزید نقل فرمائی ہیں اور ائمہ و محدثین کے اقوال کی روشنی میں انھیں موضوع یا سخت ضعیف قرار دیا ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شبِ براءت کے فضائل و عبادات سے متعلق جہاں بہت ساری صحیح اور معتبر احادیث ہیں، وہیں حدیث کے نام پر بہت ساری موضوع روایات اور من گڑھت باتیں بھی معاشرے میں رواج

پا چکی ہیں، جن کا ازالہ بہر حال ضروری ہے۔

شبِ براءت کے منکرات:

شب براءت کے موقع پر جو بدعات و خرافات انجام دی جاتی ہیں ان میں سے دو برائیاں خاص طور پر قابلِ ذکر اور لائق اصلاح ہیں۔ (۱) آتش بازی (۲) گھروں میں چراغاں کرنا اور دوکان و مکان، در و دیوار اور چھتوں میں موم بتی اور روشنی جلانے کا اہتمام کرنا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے علاوہ حضرت علامہ شامی اور صاحبِ بحر الرائق نے بھی اسے ناجائز اور بدعتِ قبیحہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ومن البدع الشنيعه ما تعارف الناس فى اكثر بلاد الهند من ايقاد السرج ووضعها على البيوت والجدران وتفاخرهم بذلك واجتماعهم للهو واللعب بالنار واحراق الكبريت فانه مما لا اصل له فى الكتب الصحيحه المعتبره بل ولا فى غير المعتبره ولم يروفيها حديث لا ضعيف ولا موضوع ، ولا يعتاد ذلك فى غير بلاد الهند من الديار العربية من الحرمين الشريين زادهما الله تعظيماً و تشريفاً ولا فى غيرهما ولا فى البلاد العجميه ما عدا الهند، بل عسىٰ أن يكون ذلك وهو ظن الغالب اتخاذا من رسوم الهند في ايقاد السرج للدوالى، فان عامة الرسوم البدعة الشنيعة بقيت من ايام الكفر فى الهند وشاعت فى السلمين بسبب المجاورة والاختلاط.

(ما ثبت بالسنة، ص:۱۱۵، ۱۱۴، مطبع مجتبائی، دھلی)

یعنی بدعتِ سیئہ وشنیعہ میں سے ایک یہ بھی ہے جو (شبِ براءت کے موقع پر) ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے چراغ جلانے اور گھروں، دیواروں پر روشنی کا اہتمام کر کے فخر و مباہات کا طریقہ اپنا رکھا ہے۔ اسی طرح لوگوں کا آتش بازی اور پٹاخہ پھوڑنے کے لیے جمع ہونا، لہو ولعب میں مشغول ہونا، یہ بھی بدعتِ قبیحہ ہے۔ اور کتبِ صحیحہ معتبرہ وغیر معتبرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ اس تعلق سے کوئی ضعیف یا موضوع حدیث مروی ہے۔

شبِ براءت کے موقع پر افسوس ناک طریقۂ لہو ولعب صرف بلادِ ہند میں ہی رائج وشائع ہے۔ بلادِ عربیہ مثلاً حرمین طیبین زادھما اللہ شرفا وتکریما یا دیگر بلادِ عجم میں اس قسم کی خرافات کا نام ونشان تک نہیں۔ احتمال بلکہ گمان غالب ہے کہ مسلمانوں نے آتش بازی اور روشنی بتی جلانے کا یہ طریقہ ہندوؤں سے لیا ہو۔ کیوں کہ ہندو لوگ اپنے تہوار دیوالی میں ایسا ہی کرتے ہیں۔

ہندوستان میں زمانۂ کفر کے بہت ساری قبیح رسم و روایات باقی رہ گئی ہیں اور کفارِ ہند سے اختلاط و ہم نشینی کے سبب مسلمانوں میں بھی یہ رسمیں پھیل چکی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو شبِ براءت کی قدر و قیمت پہچاننے اور اس میں زیادہ سے زیادہ نیک عمل کر کے خرافات سے پرہیز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

شبِ براءت کو شبِ عبادت کے بجائے شبِ منکرات نہ بنائیں

از: مولانا محمد عابد چشتی۔ استاذ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا (یوپی)

صوفیاے کرام کا مشہور قول ہے "رحمت حق بہانہ می جوید" یعنی خداے تعالیٰ کی رحمت اپنے گنہگار بندوں کی مغفرت کے لیے خود ہی بہانے تلاشتی ہے، اس قول کے پس منظر میں اگر شب براءت کو خدا کی رحمت کا بہانہ کہا جاے تو بے جانہ ہوگا، جس میں جنم جنم کے ہزاروں گنہگار بندے آنسو کے چند قطرے بہا کر اپنی قسمت میں ابدی سعادتوں کی سوغات لکھوا سکتے ہیں۔ یہ برکتوں والی رات خداے پاک کا ایک عظیم تحفہ ہے جو مایوسیوں کی دہلیز پر پہنچ چکے ہزاروں گنہگاروں کے لیے نوید جاں فزا اور امید کی چمکتی ایک کرن ہے، اس رات خداے وحدہ لاشریک کس انداز سے اپنے بندوں سے مخاطب ہوتا ہے حدیث کی زبانی ملاحظہ کریں:

قال رسول الله ﷺ اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقومو ليلها وصوموا نهارها فان الله تعالىٰ ينزل فيها لغروب الشمس الىٰ سماء الدنيا فيقول الا مستغفر اغفر له ، الا مسترزق ارزقه، الا مبتلى فاعافيه، حتىٰ يطلع الفجر (الحديث)

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اس رات جاگا کرو اور دن میں روزہ رکھا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس رات غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر اپنی شایان شان نزول فرماتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ میں اسے بخش دوں ؟ ہے کوئی رزق کا خواہاں کہ میں اسے رزق دوں ؟ ہے کوئی پریشان حال کہ میں اسے نجات دوں ؟ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

اپنے بندوں کے ساتھ خدا کے احسان کا یہ انداز اپنے قلب و روح میں محسوس کیجیے کہ اس کی رحمت خود پکار پکار کر بندوں سے مطالبہ کر رہی ہے کہ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو آج اپنی نم آنکھوں اور کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر مانگ لو ، خدا کی رحمت دونوں بازو پھیلائے اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں سربسجود ہو کر مغفرت کے حق دار بننے کی دعوت دیتی ہے اور بار بار یہ آواز لگاتی ہے کہ اے عصیاں شعار بندو! خدا کی رحمت سے ناامید مت ہونا، آؤ آج بھی ہماری رحمت کے دروازے تمہارے لیے کھلے ہیں :

ھٰذہ لیلۃ یفتح اللہ سبحانہ و تعالیٰ فیھا ثلاث مائۃ باب من ابواب الرحمۃ یغفر لکل من لا یشرك بہٖ شئیاً

(غنیۃ الطالبین)

اس رات اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور مشرک کے علاوہ سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

ایک طرف اتنی بابرکت اور عظیم رات اور دوسری طرف مسلمانوں کے حالات اس مصرعہ کے مصداق نظر آتے ہیں کہ :

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

خدا کی رحمت تو مغفرت کی طرف بلا رہی ہے مگر افسوس کہ بندے اس آواز پر کان دھرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور بجائے اس کے کہ وہ اس رات کی اہمیت کو سمجھتے اور صرف ایک رات اپنے رب کے حضور سجدہ ریزی میں گزار دیتے، معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔

سب کو معلوم ہے اور بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ رات عبادت و ریاضت اور شب بیداری کی ہے ، اس رات مغفرت کے خصوصی پروانے بارگاہ خداوندی سے تقسیم کیے جاتے ہیں، مگر مسلم معاشرہ کا حال دیکھیے تو پتہ چلے گا کہ ایک اچھی خاصی تعداد ہمارے ارد گرد ایسے لوگوں کی ہے جن کی زندگی میں نہ کبھی اس رات کی کوئی اہمیت تھی اور نہ وہ اسے اہمیت دینا چاہتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ہمیں یہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے کہ جہاں ایک طرف ایسے لوگ جن کے دلوں میں ذرہ برابر خدا کا خوف باقی ہے وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے خدا کی مغفرت کی امید لیے مسجدوں میں رات گزار دیتے ہیں، وہیں دوسری طرف ایسے مسلمان بھی نظر آتے ہیں جو اس بابرکت رات کو بھی عام رات سمجھ کر پوری ڈھٹائی کے ساتھ فلمیں اور سیریل دیکھنے میں گزار دیتے ہیں اور انہیں اپنی قسمت کی محرومی کا ذرہ برابر افسوس نہیں ہوتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ ایسے لوگوں کے حق میں ہدایت کی دعا کے سوا اور کچھ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

افسوس کہ کچھ لوگوں نے اس رات کو آتش بازی کی رات سمجھ لیا ہے ، مسلمان اس رات اپنے بچوں کے لیے پٹاخے ، مہتابیں ، انار دانے اور آتش بازی کے دیگر مہنگے مہنگے سامان خرید کر لاتے ہیں اور اس مبارک رات میں اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر آتش بازی کا لطف لیتے ہیں۔ اب آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ جس مسلمان کو اس رات اپنے بچے کی انگلی پکڑ کر اسے مسجد میں لے جانا چاہیے تھا تاکہ بچپن ہی سے بچے کے دل میں اس رات کی عظمت کا تصور مضبوط اور مستحکم ہو جائے۔ مگر حیف کہ وہ خود بھی اس رات کو ضائع کر رہے ہیں اور آنے والی نسل میں بھی اپنے خرافات کا اثر منتقل کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں سے صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر آپ کی ایمانی غیرت اس حد تک مردہ ہو چکی ہے کہ آپ اس رات بھی اپنے خدا کی بارگاہ میں محبت سے دو سجدے کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو کم سے کم اس رات کو اپنی خرافات سے تو محفوظ رکھیے۔

دراصل شب بیداری کا ایک غلط مفہوم لوگوں کے ذہن میں بیٹھ گیا ہے یعنی کسی طرح ”رات بھر جاگنا“ اور شب بیداری کے اسی غلط تصور کی وجہ سے شب براءت خرافات کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے جس میں خاص طور سے نوجوان طبقہ زیادہ مبتلا ہے۔ یہ لوگ شب بیداری کے نام پر پٹاخے اور بارودی مواد سے بھرے تھیلے لے کر غول کے غول بنا کر اپنی بائیکوں پر شہر کے اطراف میں رات کے وقت نکل جاتے ہیں اور راستہ بھر آتش بازی کرتے ، اودھم مچاتے اور آوازیں کستے اور آپس میں ریس لگاتے ہوئے گھومتے ہیں جس کی وجہ سے حادثات تو ہوتے ہی ہیں ساتھ ہی ساتھ غیر قوموں سے جھڑپیں بھی ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ان نوجوانوں کا تو کچھ نہیں بگڑتا، ہاں اسلام کے تعلق سے ایک منفی پیغام دوسروں تک پہنچتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس رات آتش بازی ان کے دین کا حصہ ہے۔

اس رات مزارات کی زیارت کرنا اور قبروں کی زیارت کے لیے جانا ایک اچھا اور پسندیدہ عمل ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مزارات پر جائیں اور صاحب مزار یا صاحب قبر کی روح کے لیے کچھ ایصال ثواب کریں تاکہ اس بابرکت رات کے صدقے ان کی روح کو بھی کچھ سکون میسر ہو اور گنہگار روحوں کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو۔ زیارت قبور کا یہی مطلب و مقصد ہے۔ مگر اب ہوتا یہ ہے کہ یہ بے چارے نوجوان کچھ پڑھتے تو ہوتے نہیں ہیں کہ ایصال ثواب کریں اس لیے ایک نیا فیشن چل نکلا ہے یعنی قبروں پر جاکر موم بتیاں اور اگربتیاں سلگانا، اس رات جس نوجوان کو دیکھیے بس اگر بتیوں کے چار پانچ پیکٹ لیے ضرور ملے گا اور اس پر مزید تماشا یہ کہ اگربتیاں یا موم بتیاں لگانے کے بعد وہیں پر آتش بازی کے مقابلے شروع ہو جاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنی جرأت و بے باکی دکھانے کے لیے خوب شور شرابا کرتے ہیں اور پھر بجائے ثواب کے میت کی بددعائیں لے کر اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں اور انہیں اس بات کا شعور تک نہیں ہوتا ہے کہ ان کا دامن نیکیوں کے بجائے گناہوں کی سیاہی سے مزید آلودہ ہو رہا ہے۔

کہیں کہیں ایک نئی بدعت اور چل نکلی ہے یعنی شب برأت میں اپنے گھروں کو چراغوں سے روشن کرنا، پوچھنے پر پتہ چلا کہ چونکہ اس رات عزیز و اقارب کی روحیں گھروں پر آتی ہیں۔ اس لیے یہ چراغ جلائے جاتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ یہ سراسر ایک لایعنی کام ہے جس پر جتنی جلدی ہو سکے قدغن لگانا بہت ضروری ہے، ورنہ شب براءت، "شب براءت" نہ رہ کر "شب چراغاں" بن جائے گی اور پھر لوگ اسی کو نیکی سمجھ کر عبادت کے بجائے رات بھر چراغ جلانے میں گزار دیں گے۔ اب ان بھلے مانسوں کو کون بتائے کہ یہ رات اپنی زندگی سے گناہوں کے اندھیرے کو دور کرنے کی ہے اور ان مٹی کے چراغوں کے بجائے سجدوں کی روشنی اور تلاوت کے نور کی ضرورت ہے۔

حاصل کلام یہ کہ یہ رات نہایت بابرکت اور بے پناہ عظمت و اہمیت کی حامل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس رات خود بھی عبادت کریں اور اپنے بچوں کو بھی اس رات میں عبادت کی ترغیب دیں اور اس رات میں جو غلط رسمیں پیدا ہو گئی ہیں ان سے دور رہیں اور خرافات سے اپنے بچوں کو دور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بابرکت رات میں اپنی بارگاہ میں عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

(ص:۴۳ کا بقیہ)... حضرت عمر فاروق کے موقف کی تائید میں نازل ہوا کرتی تھیں۔

(۲۳)**الآية الكبرىٰ في شرح قصة الإسراء**: کا اردو ترجمہ بنام "معراج نبوی اور آیاتِ کبریٰ"۔ صفحات:۸۰۔ مصنف: امام جلال الدین سیوطی۔ مترجم: اسرار الحق مصباحی، مظفر پور (بہار)۔ درجۂ تخصص فی الحدیث۔ ناشر: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد دکن۔

یہ کتاب چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں وہ احادیث ہیں جن سے معراج کا ثبوت ملتا ہے اور دوسری فصل اسرا کی حقیقت کے بیان میں۔ تیسری فصل قصۂ اسرا کی تاریخ زمانی و مکانی کے بیان میں اور چوتھی فصل معراج کے اسرار و رموز کے بیان میں ہے۔ یعنی ہر فصل گراں قدر مباحث پر مشتمل ہے۔ اس رسالے کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے معراجِ جسمانی کا اذعان و ایقان اور شبہات کا ازالہ ہوتا ہے۔

(۲۴)**تبييض الصحيفة في مناقب الإمام أبي حنيفة** ترجمہ مع تحقیق و تخریج۔ مصنف: امام جلال الدین سیوطی۔ مترجم: علامہ محبوب علی خاں لکھنوی۔ تخریج و تحقیق: محمد اعظم قادری مصباحی۔ جماعت فضیلت۔ ناشر: مکتبہ حافظِ ملت، مبارک پور۔

اس کتاب پر مولانا محمد اعظم قادری مبارک پوری متعلّم جامعہ اشرفیہ نے متعدّد جہتوں سے کام کیا ہے جو اس طرح ہیں:

(۱) احادیث کریمہ کی تخریج (۲) کتاب کی تبویب (۳) اصل ماخذ سے مقابلہ وغیرہ۔ یہ کتاب امام اعظم کی سیرت پر ۹۶/ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۵)**خطباتِ فردوس**: صفحات:۷۷۔ مولف: مولانا تبارک الحسن نوری ابو العلائی۔ ترتیب و تخریج: محمد نعمت اللہ حسن قادری سیتا مڑھی۔ جماعت سابعہ۔

یہ کتاب مدارسِ اسلامیہ کے نو آموز طلبہ کے لیے قرآن و حدیث کی روشنی میں چند خطابت کا مجموعہ ہے۔

(۲۶)**آداب الصحبة و حسن المعاشرة** کا اردو ترجمہ بنام "آدابِ زندگی"۔ مصنف: امام ابو عبد الرحمٰن سلمی۔ مترجم: محمد رئیس اختر قادری مصباحی بارہ بنکوی۔ تخصص فی الفقہ سال اخیر۔

مولانا مفتی محمد رئیس اختر مصباحی از اعدادیہ تا تخصص فی الفقہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ممتاز رہے۔ زبان و قلم پر بھی مضبوط گرفت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ کل ۲۶/ کتابیں ہوئیں جو امسال طلبۂ اشرفیہ کی جانب سے منظر عام پر آئیں۔ ممکن ہے ان کے علاوہ اور بھی کتابیں ہوں جو ہم تک نہ پہنچ سکیں، تاہم ان تمام کتابوں کا اجرا عرسِ عزیزی کے مبارک موقع پر عمل میں۔

نقد و نظر

بفضلہٖ تعالیٰ امسال عرس حافظ ملت قدس سرہ کے موقع پر طلبۂ اشرفیہ مبارک پور نے ۲۶؍ کتب شائع کیں، کچھ بزرگوں کی کتابوں کے تراجم، قدیم کتب کی جدید ترتیب اور مستقل ترتیب، ان کتابوں کا اجلاس میں رسم اجرا بھی ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم تک صرف تین کتابیں پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ ان طلبہ کو مزید عزم و حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

از: **مبارک حسین مصباحی**

طلبۂ اشرفیہ کے قلمی رشحات اور اشاعتی کارنامے

از: محمد شہباز انور برکاتی

طلبۂ جامعہ اشرفیہ کی یہ پرانی روش رہی ہے کہ وہ جہاں کسی متبحر عالم دین کی لکھی ہوئی کوئی انتہائی مفید کتاب امتِ مسلمہ کی خیر خواہی کے لیے شائع کرتے ہیں وہیں ضرورت کے پیشِ نظر کسی اہم موضوع کا انتخاب کرکے اس پر اپنی قلمی کاوش صَرف کرتے ہیں۔

الحمد للہ اس بار بھی ۲۰۱۷ء میں طلبۂ اشرفیہ کی اشاعتی اور تصنیفی خدمات کافی تعداد میں منظرِ عام پر آئی ہیں۔ اب ہم ان خدمات کا اجمالی تعارف پیش کرتے ہیں۔ امسال ۲۶ سے متجاوز کتابیں طلبۂ اشرفیہ کی جانب سے منظرِ عام پر آئیں۔

(۱-۵) **مجموعہ خمسۃ کتب فی مناقب الامام الاعظم ابو حنیفۃ النعمان**: دراصل یہ کتاب پانچ متفرق کتابوں کا مجموعہ ہے جنھیں یکجا کرکے طلبۂ جماعت سابعہ نے شائع کیا ہے۔ ان میں **پہلی کتاب**...أخبار أبي حنيفة و أصحابه رحمهم الله، مصنف: قاضي حسين الصيموي۔ **دوسری کتاب**...مناقب الإمام أبي حنيفة و صاحبيه. مصنف: امام ابو عبد اللہ ذہبی **تیسری کتاب**...تبييض الصحيفة. مصنف: امام جلال الدین سیوطی۔ **چوتھی کتاب**...عقود الجمان. مصنف: امام محمد بن یوسف صالحی۔ **پانچویں کتاب** ...الخيرات الحسان. مصنف: امام ابن حجر ہیتمی۔ ناشر: جماعت سابعہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

(۶-۷) **أفضل المرسلين في رد المسيحيين و شهيد معظم بجواب محرم**: مصنف: محدث امروہوی علامہ مبین الدین علیہ الرحمہ۔ یہ کتاب بھی دو کتابوں کا مجموعہ ہے، ان میں سے پہلی کتاب عیسائیوں کے رد میں ہے اور دوسری "محرم" نامی کتاب کا رد ہے۔ ان کتابوں کو یکجا کرکے طلبۂ جماعت فضیلت نے شائع کیا۔ صفحات: ۱۷۵۔ ناشر: جماعت فضیلت، جامعہ اشرفیہ۔

(۸) **روداد مناظرۂ اٹارسی**: مرتب: مولانا کامل رضا مصباحی، ضلع کٹیہار، بہار۔ درجہ فضیلت۔

یہ کتاب اس مناظرے کی روداد ہے جو سنی مناظر مفتی مطیع الرحمٰن رضوی اور دیوبندی مناظر نذر محمد قاسمی کے درمیان اٹارسی میں ہوا تھا۔ صفحات: ۴۲۲۔ ناشر: ادارۂ فلاح بیدول، بلرام پور، کٹیہار (بہار)

(۹) **کیا علم فقہ فتنۂ سیاہ ہے**؟ مصنف: محمد شہباز انور برکاتی، اتر دیناج پور، بنگال۔ جماعت خامسہ۔

یہ کتاب دہلی سے شائع ہونے والے ماہ نامہ "الرسالہ" کی ایک گمراہ کن تحریر بنام "فتنۂ دہیما: فکری کنفیوژن" جس میں علم فقہ کو فتنۂ دہیما یعنی سیاہ فتنہ اور ذہنی خلجان قرار دیا گیا تھا، کا تنقیدی جائزہ ہے۔ اس کتاب میں دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علم فقہ فتنۂ سیاہ نہیں بلکہ نعمتِ عظمیٰ ہے اور ذہنی خلجان نہیں بلکہ اسلام کی صحیح توضیح و تشریح میں دفعِ شبہات کا باعث ہے۔ یہ کتاب ۸۰؍ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناشر: ادارۂ فلاح، کٹیہار، بہار۔

(۱۰-۱۲) **الإنتقاء في فضائل الأئمة الثلثة الفقهاء**: کا اردو ترجمہ۔ مصنف: حافظ ابن عبد البر۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، ہر حصے کو ایک ایک طالب علم نے ترجمہ کرکے الگ الگ نام سے شائع کیا۔

پہلا حصہ: فضائل امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ صفحات: ۱۰۴۔

مترجم: محمد سراج عالم قادری مصباحی، سہرسا، بہار، جماعت فضیلت

دوسرا حصہ: فضائل امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ صفحات: ۸۰۔

مترجم: محمد داؤد علی مصباحی گیاوی، جماعت فضیلت۔

تیسرا حصہ: فضائل امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ صفحات: ۶۴۔

مترجم: محمد حامد رضا برکاتی مصباحی، بلرام پور۔ جماعت فضیلت۔

یہ تینوں کتابیں مذکورہ ائمۂ کرام کی سیرتِ طیبہ پر مشتمل ہیں۔

ناشر: فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن، دہلی۔

(۱۳)**مطلع البدرين في من يؤتى أجره مرتين:** کا اردو ترجمہ بنام "فیضانِ حسنِ عمل"۔ صفحات: ۴۸۔

یہ کتاب خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی تصنیف کردہ ہے، جو دوگنا اجر پر مشتمل احادیث کا حسین مجموعہ ہے۔

مترجمین: محمد نثار احمد مصباحی، کلکتہ۔ و۔ محمد معین الدین مصباحی، ہگلی۔ جماعت فضیلت۔

ناشر: صفہ اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ (کولکاتا)

(۱۴)**مصباح الصلاۃ:** صفحات: ۴۶۔

مصنف: مسعود مہدی جائسی۔ جماعت فضیلت۔

یہ کتاب رومن اردو میں لکھی گئی ہے۔ یعنی زبان اردو ہے اور خط انگریزی۔ یہ کتاب نماز کے مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے انتہائی مفید ہے جو اردو پڑھنا نہیں جانتے، لیکن بولنا جانتے ہیں۔

(۱۵)**مصباح المسائل:** صفحات: ۲۷۔

مؤلف: محمد حامد رضا مکی مصباحی، سیتا مڑھی بہار۔ جماعت فضیلت۔

یہ کتاب روز مرہ پیش آنے والے مسائل کا حسین مجموعہ ہے۔

ناشر: اعلیٰ حضرت بک ڈپو، سیتامڑھی، بہار۔

(۱۶)**تحدیثِ نعمت:** صفحات: ۹۶۔

یہ کتاب حمد و نعت اور مناجات کا حسین مجموعہ ہے۔

شاعر: ناصر خان نعمت رضوی مصباحی، دربھنگہ۔ جماعت فضیلت۔ ناشر: جامعہ بدیعیہ رضویہ پٹنیاں شریف، دربھنگہ، بہار۔

(۱۷)**القول المختصر في علامات المهدي المنتظر:** کا اردو ترجمہ بنام "امام مہدی، زمانۂ ظہور اور علامات۔ صفحات: ۵۸۔ مصنف: امام ابن حجر ہیتمی۔ مترجم: محمد سراج الدین قادری مصباحی، سیتامڑھی۔ جماعت تخصص فی الحدیث، سال اخیر۔

اس کتاب میں امام مہدی کے ظہور کی علامتیں اخبار و آثار کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں۔

(۱۸)**سباحة الفكر في الجهر بالذكر:** کا اردو ترجمہ بنام "ذکر جلی و خفی"۔ صفحات: ۱۰۴۔ مصنف: ابوالحسنات علامہ عبد الحی فرنگی محلی، لکھنوی۔ مترجم: محمد زبدالحق برکاتی مصباحی، صاحب گنج، جھارکھنڈ۔ درجۂ تخصص فی الادب۔

اس کتاب میں ذکرِ جلی اور ذکرِ خفی کے تمام گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور مانعین ذکرِ جلی کے تمام اعتراضات کے شافی و وافی جواب دیے گئے ہیں۔ تقریباً ۱۴۵ر سے زائد احادیث سے مباحث کو مبرہن کیا گیا ہے۔

ناشر: فلاح ریسرچ فاؤنڈیشن دہلی۔

(۱۹)**نزهة السامعين في رواية الصحابة عن التابعين:** کا اردو ترجمہ بنام "روایتِ صحابہ از تابعین"۔ صفحات: ۴۸۔ مصنف: امام ابن حجر عسقلانی۔ مترجم: محمد عالم گیر مصباحی، گڈا، جھارکھنڈ۔ درجۂ تخصص فی الحدیث۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ تابعین صحابۂ کرام سے روایتِ حدیث کرتے ہیں، لیکن اس کتاب میں ایسی روایتوں کو جمع کیا گیا ہے جنھیں صحابۂ کرام نے تابعین سے روایت کیا ہے۔ یہ اپنے عنوان پر ایک منفرد کتاب ہے۔

ناشر: تنظیم حافظِ ملت اسلامیہ، طلبۂ گڈا و مضافات۔

(۲۰)**الرضا عن الله بقضائه:** کا اردو ترجمہ بنام "رضا و قضاء، احادیث و آثار کی روشنی میں"۔ صفحات: ۶۴۔ مصنف: امام ابن ابي الدنیا بغدادی۔ مترجم: محمد روشن رضا۔ درجۂ اختصاص فی الافتا۔ ناشر: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد دکن۔

یہ کتاب بہت مفید ہے، اس میں مؤلف نے خود اپنی سند سے ایک سو چار احادیث کو جمع فرمایا ہے جو قضا و قدر پر ایمان کے باب میں پختگی بخشتی ہیں۔

(۲۱)**تحقيق كلمة الاخلاص:** کا اردو ترجمہ بنام "توحید اور کلمۂ اخلاص" صفحات: ۶۴۔ مصنف: امام زین الدین ابن رجب علی۔ مترجم: محمد حفیظ الرحمٰن مصباحی۔ درجۂ تخصص فی الفقہ۔ ناشر: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدر آباد دکن۔

اس کتاب میں توحید اور اس کے شرائط، جنت میں داخل ہونے کے شرائط، شرک و کفر کی شاخیں، حبِ الٰہی کی علامات وغیرہ عناوین پر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کو جمع کیا گیا ہے۔

(۲۲)**شان سیدنا عمرفاروق اور موافقتِ قرآن:** صفحات: ۴۸۔ مؤلف: مولانا محمد سرفراز احمد مصباحی، سیتا مڑھی، بہار۔ درجۂ تخصص فی الحدیث۔ اس کتاب میں مولف نے یہ بتایا ہے کہ قرآن کی آیتیں............

(باقی ص: ۴۱ پر)

مناقبِ حافظ ملت

منقبت

در شان حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ

لوگوں نے جب بھی دینی وراثت کی بات کی
ہم نے علوم حافظ ملت کی بات کی
کب اپنے دوستوں سے بھی عسرت کی بات کی
جب بات کی تو صبر و قناعت کی بات کی
دکھ بھی دیے کسی نے تو ہنس ہنس کے سہ لیے
لیکن نہ بھول کر بھی شکایت کی بات کی
رخ آپ یوں بدلتے تھے، جیسے سنی نہ ہو
محفل میں جب کسی نے امارت کی بات کی
دل میں مخالفوں کے بھی فورا اتر گئی
کچھ اس ادا سے پند و نصیحت کی بات کی
تکرار و بحث میں نہ وہ الجھے کسی کے ساتھ
دامن بچا کے صرف ضرورت کی بات کی
دشمن کی دشمنی کو بھی ایسا بھلا دیا
بھولے سے بھی نہ ان کی عداوت کی بات کی
سنی کہیں رہے وہ رہے سب سے منسلک
دوری کی بات کی نہ قرابت کی بات کی
جو راہ حق میں آئے مصائب، اٹھا لیے
وہ عزم تھا، کبھی نہ مصیبت کی بات کی
مصروفیت کے بوجھ کو ڈھوتی رہی حیات
لیکن کبھی تھکن کی نہ راحت کی بات کی
رضوؔی کا دل مچل اٹھا، آئی جو ان کی یاد
چشم قلم نے رو کے عقیدت کی بات کی

عبدالرزاق پیکر رضوی، پٹنہ

منقبت

در شان حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ

ہیں آج مری قوم کے ناگفتنی حالات
ایسے میں چلو حافظِ ملت کی کریں بات

کھپریل میں تا عمر رہی اُس کی رہائش
جس ذات کے صدقے میں بنے علمی محلّات

زہّاد، مشائخ، فقہا جس کے تھے مدّاح
تھی حافظِ ملت کی زمانہ میں بڑی ذات

تدریس میں تفہیم سے ہوتی تھی تشفی
حل ہوتے تھے چٹکی میں بڑے سخت سوالات

مہتاب کی مانند وہ چمکا ہے جہاں میں
جس پر بھی ہوئیں آپ کی کچھ خاص عنایات

اخلاق میں اللہ کے محبوب کا پرتو
یہ قول ہے ان کا جو کیا کرتے ملاقات

بے جوڑ رہا آپ کا یوں دینی تصلّب
بد دینوں سے تا عمر کی ترک موالات

یہ عرسِ عزیزی ہے حسنؔ دیکھ لیں پہلے
پھر حکم بتائیں مجھے اعداے مزارات

محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی، الہ آباد

منقبت

در شان حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ

خزاں رسیدہ بہارِ ہستی میں پھر سے علمی بہار لائے
جلالۃ العلم باغِ ملت پہ حکمتوں کا نکھار لائے
سمیٹ لی ہیں انھوں نے مٹھی میں کہکشاں کی مسافتیں بھی
زمیں کی پستی میں آسماں کی بلندیوں کو اتار لائے
بڑا انوکھا، بڑا نرالا تھا تھا جن کی تدریس کا طریقہ
وہ جامِ شفقت سے قلب و جاں پر علومِ دیں کا خمار لائے
قدم قدم پر رکاوٹیں تھیں، جگہ جگہ حاسدانہ موجیں
بصد حفاظت وہ کشتیِ دیں، ہر ایک طوفاں سے پار لائے
کبھی نہ رکنا، کبھی نہ تھکنا، انھوں نے دنیا کو ہے سکھایا
اگر کوئی بار بار بھٹکا تو راہ پر بار بار لائے
عروج بخشا، کمال بخشا، بصیرتوں کا جمال بخشا
دلوں کی بے قدر وادیوں میں وہ جلوۂ افتخار لائے
وجود اپنا، نہ ذات اپنی، خیال اپنا نہ بات اپنی
فقط شریعت کی فکر لے کر وہ ہستیِ مستعار لائے
جلالۃ العلم تونے بھٹکے ہوئے ضمیروں کو راہ بخشی
جگر جگر کو شعور دے کر نظر نظر میں قرار لائے
تمھارے علم و ہنر کی بارش کو سرحدیں بھی نہ روک پائیں
اٹھے جو بادل، تمھارے در سے وہ عالمی آبشار لائے
تمھارے علمی فلک نے بخشے ہیں ہر اندھیرے کو چاند سورج
یہاں کے ماہ و نجوم ابھرے، تو نورِ حکمت شعار لائے
تمھارے کردار کی روش پر، اگر زمانہ یہ گامزن ہو
تو آج کی اس فضاے شورش، میں موسمِ سازگار لائے
چراغِ مصباحیت بجھا ہے نہ بجھ سکے گا کبھی فریدؔی
ہزار آندھی چلائے کوئی، ہزار فوجِ غبار لائے

محمد سلمان رضا فریدؔی مصباحی بارہ بنکوی

وفیات

قاضیِ اہلِ سنت حضرت مفتی محمد میاں ثمر دہلوی علیہ الرحمہ

ولادت: ۱۹۴۱ء–وصال: ۳؍ مارچ ۲۰۱۷ء

جہانِ اہلِ سنت میں یہ افسوس ناک خبر پہنچی ہوگی کہ دہلی کے مفتی اعظم قاضیِ اہلِ سنت حضرت مفتی محمد میاں ثمر دہلوی کا ۳؍ جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ /۳؍ مارچ ۲۰۱۷ء میں وصال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس اندوہ ناک خبر سے ملک و بیرون ملک شناسا حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی، کثیر اداروں، تحریکوں اور خانقاہوں میں ایصالِ ثواب کی مجلسیں منعقد ہوئیں اور بڑی بڑی شخصیات نے غم و اندوہ کے ساتھ تعزیت پیش فرمائی۔ مولا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ مزید دراز فرمائے۔ آمین۔

حضرت قاضیِ اہلِ سنت کا وصال ان کی رہائش گاہ باڑہ ہندو راؤ مسجد شیخان کے قریب دہلی میں نمازِ مغرب کے قریب ہوا اور وصال سے قبل نمازِ جمعہ کے بعد ہزاروں مقامی اور بیرونی شیدائیوں نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا، زیارت کرنے والے ان کا حال دیکھ کر مسلسل رو رہے تھے، تالیانِ قرآن ہجوم کی وجہ سے کھڑے ہو کر تلاوتِ قرآن کر رہے تھے۔ آپ دو ماہ سے علیل تھے، آپ کا آخری، بیرونی سفر بہار کا ہوا تھا، کہرے کی وجہ سے ٹرین لیٹ ہو گئی، انھیں قریب ۲۳؍ گھنٹے ٹرین میں رہنا پڑا، واپسی کے بعد گھر پر ان کی طبیعت مضمحل ہو گئی، اس کے بعد اچانک طبیعت بگڑ گئی، آپ کو گنگا رام ہاسپیٹل میں ایڈمٹ کیا گیا۔ چند روز بعد آپ کو پی ایل او اسپتال میں داخل کیا گیا، مریدین و متوسلین سخت اضطراب میں تھے، اپنی کوشش بھر خدمت انجام دے رہے تھے، مگر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”کلُّ نفسٍ ذائقة الموت“ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، دنیا میں ہر جاندار کی موت حق ہے، جو اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے اسے ایک نہ ایک دن مر بھی جانا ہے۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے نہ روحانی قوت بچا سکتی ہے اور نہ دولت و اقتدار کی طاقت، حضرت قاضیِ اہل سنت کو اپنی موت کا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی قوت کی وجہ سے علم ہو گیا تھا، اس لیے بار بار دریافت فرماتے تھے کہ چاند کی تین تاریخ کب ہے؟ ڈاکٹروں نے بھی اپنے طبی اندازے کے مطابق کہہ دیا تھا کہ اب یہ چند گھنٹے کے مہمان ہیں۔ مریدین کی روایت ہے کہ حضرت نے اپنے خادم سے چند روز قبل ارشاد فرمایا تھا، یہ آپ کی آخری خدمت ہے۔ وہ ایک الم ناک منظر تھا کہ تالیانِ قرآن عظیم کی تلاوت کے دوران آپ کی سانس رک گئی، یہ نمازِ مغرب کے قریب ۳؍ جمادی الآخرہ تھی، آپ اسی لیے کئی دن سے تین تاریخ کا انتظار کر رہے تھے، اسے حسنِ اتفاق کہا جائے یا حضرت کی کرامت کہ اس دن ہجری کی بھی تین تاریخ تھی اور عیسوی کی بھی تین تاریخ، اور تاریخ بھی تین تھی، یعنی دنیوی زندگی، قبر کی زندگی اور حشر کی دائمی زندگی، تینوں مقامات پر فیضانِ الٰہی اور رحمتِ مصطفیٰ ﷺ آپ کا بلند مقدر رہے۔

۴؍ مارچ ۲۰۱۷ء کو ظہر کی نماز کے بعد مسجد شیخان باڑہ ہندو راؤ سے آپ کا جنازہ اٹھا، حدِ نظر غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا جمِ غفیر تھا، آپ کے مقدس جنازے کو شاہی عید گاہ قریش نگر لے جایا گیا، جہاں آپ کے معتمد خلیفہ حضرت مولانا سجاد علی قادری نے نمازِ جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل کیا، آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ ہماری تدفین شیخ طریقت حضرت خواجہ باقی باللہ میاں کے قبرستان میں ہونا چاہیے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبرِ اطہر آپ کے دادا جان حضرت خواجہ مسعود احمد نقشبندی علیہ الرحمہ کی قبر مبارک میں بنی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ نے اپنے وصال سے چند روز قبل اپنے تنہا فرزند ارجمند حضرت شاہ اُسید احمد قادری دام ظلہ العالی کو خلافت و اجازت عطا فرمائی اور جانشینی کے منصب سے سرفراز فرمایا، آپ کے وارثین میں آپ کی اہلیہ محترمہ اور ایک فرزند ارجمند ہیں۔ تدفین کے بعد مریدین و متوسلین نے تین روزہ سوگ کا اعلان فرمایا۔

اہم شخصیات کے تاثرات: قاضیِ اہلِ سنت کے خلیفہ حضرت مولانا سجاد قادری نے اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ”ظاہری حیات کی طرح اولیاے کرام پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنے چاہنے والوں پر خصوصی برکتیں نازل فرماتے ہیں، یہ بزرگ صرف جگہ بدلتے ہیں، آج ان کی جگہ کوئی دوسرا مقام پاتا ہے، مگر مرحوم آج اپنے اصل مقام پر پہنچ گئے ہیں۔“

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بھی آپ کا ذکرِ خیر ہوا۔ جامعہ کے سربراہِ اعلیٰ عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے اظہار غم فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ دین و سنیت کی عظیم شخصیت تھے، آپ نے دہلی کی سرزمین پر اعلیٰ دینی خدمات انجام دیں۔ آپکے مریدین کا حلقہ بھی وسیع تھا، اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔

راقم سطور مبارک حسین مصباحی نے کہا تھا۔ حضرت قاضی اہل سنت علیہ الرحمہ عظیم مفتی، بلند پایہ مرشد اور صوفی باصفا تھے۔ آپ اپنے علم پر عامل کامل تھے، خدا ترسی، تقویٰ شعاری ان کی زندگی کی نقل و حرکت سے نمایاں ہوتی تھی، عشق رسول ﷺ کی خوشبوان کی ایک ایک ادا سے پھوٹتی تھی، سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ حضرت خواجہ غریب نواز، سلطان الہند اجمیری رضی اللہ عنہ کی محبت ان کے ایک ایک کردار سے نمایاں تھی، وہ اپنے اوقات کے پابند اور معمولات کے سخت عامل تھے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے، آمین۔

سماجی، ادبی و ملی شخصیات نے بھی مفتی اعظم دہلی کے لیے اظہار تعزیت پیش کیا اور دعاے مغفرت کی، ان میں شاہی جامع مسجد کے خطیب و امام مولانا سید احمد بخاری، شاہی جامع مسجد فتح پوری کے خطیب و امام ڈاکٹر مفتی مکرم احمد نقش بندی، یونائیٹیڈ فورم کے چیئر مین یحییٰ بخاری، قاری محمد میاں مظہری، مرکزی وزیر ڈاکٹر ہرش وردھن، ریاستی وزیر عمران حسین، سابق ایم پی جے پرکاش اگروال، سٹی زون کے چیئر مین آل محمد اقبال، سابق کونسلر عمران اسماعیل، مولانا جاوید علی نقشبندی، پیرزادہ حاجی انوار قریشی، جان عالم، امین الدین نظامی، عبد الواحد قریشی، عامر احمد، نعیم پیر جی سمیت دیگر بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ شاہی امام مولانا بخاری نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مفتی محمد میاں ثمر جید عالم دین تھے، مرحوم خوش مزاج اور اعلیٰ اخلاق کے حامل انسان تھے، انھوں نے اپنی زندگی کا بیش تر وقت دین کی خدمت میں گزارا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ڈاکٹر مفتی مکرم نقش بندی نے مرحوم کے لیے دعاے مغفرت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے درجات میں اضافہ کرے اور لواحقین و مریدین کو صبر جمیل عطا کرے۔

امین الدین نظامی نے مرحوم کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ مرحوم نے اپنی زندگی میں کئی ایسے امور انجام دیے جسے اہل سنت و جماعت سے وابستہ افراد تا قیامت یاد رکھیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے درجات میں اضافہ کرے اور پس ماندگان کو صبر عطا کرے۔ مولانا یحییٰ بخاری نے تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم ایک سرپرست اور بے لوث خدمات کی حیثیت سے ہماری رہنمائی کرتے رہے، ہر دل عزیز اور اعلیٰ اخلاق کے حامل انسان تھے، اللہ العالمین مفتی اعظم دہلی کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

قاضی اہل سنت کے احوال حیات: آپ کی ولادت باسعادت سرکی والان، مسجد فتح پوری میں ۱۹۴۱ء میں ہوئی، گھر کا ماحول مکمل علمی اور روحانی تھا، والدین کریمین نیک، صالح اور علم و عمل کے پیکر تھے، والد گرامی دہلی کی نام ور شخصیت حضرت مفتی مشرف احمد نقشبندی علیہ الرحمہ تھے، آپ ایک روحانی بزرگ تھے، چاروں مشہور سلاسل کی خلافت و اجازت حاصل تھی۔ آپ کے روحانی فیوضات و برکات کا ایک وسیع حلقہ گواہ ہے۔ انھیں باڑہ ہندو راؤ میں مسجد شیخان کا خطیب و امام حضرت مفتی مظہر اللہ نقش بندی علیہ الرحمہ نے باتفاق رائے منتخب فرمایا۔ حضرت قاضی اہل سنت نے والد گرامی حضرت مفتی مشرف حسین نقشبندی سے شرف بیعت حاصل کیا، انھیں کی بارگاہ سے سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ نقشبندیہ، سلسلۂ سہروردیہ، سلسلۂ چشتیہ میں خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔ بحیثیت استاذ اور شیخ طریقت اپنے محسن والد گرامی سے حد درجہ محبت کرتے تھے۔ علمی اور روحانی دولت کا سب سے بڑا حصہ آپ کو اپنے والد گرامی اور دیگر اکابر خاندان سے حاصل ہوا۔ آپ کے خاندان میں بڑے بڑے نام ور علما اور مشائخ پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے دور میں دین و سنیت، تصوف و روحانیت اور علم و فقاہت کی صد قابل افتخار خدمات انجام دیں۔

آپ کے پر دادا حضرت علامہ مفتی شاہ مسعود احمد نقشبندی دہلوی علیہ الرحمہ نے بہت پہلے دہلی میں دار الافتا اور دار القضا قائم فرمایا تھا۔ اس میں خود حضرت بانی نے وسیع خدمات انجام دیں۔ اس خاندان کے دیگر بزرگوں نے بھی اس کے تحت عظیم کارنامے انجام دیے، آپ کے پر دادا نے ۱۹۲۶ء میں مدرسہ عالیہ شاہی مسجد فتح پوری دہلی میں قائم کیا، یہ اہل سنت کا قابل ذکر ادارہ تھا، اس میں بڑے بڑے علماے اہل سنت معلم اور متعلم رہے مگر افسوس چند برس سے یہ ادارہ غیر اہل سنت کے زیر تسلط ہے، اللہ تعالیٰ اس ادارے کو پھر علماے اہل سنت کو واپس دلا دے۔

حضرت قاضی اہل سنت نے بھی اسی تاریخی ادارے مدرسہ عالیہ فتح پوری میں اپنی تعلیم و تربیت کی تکمیل فرمائی، مزید تفصیل کسی اور موقع پر درج کریں گے، ان شاء اللہ۔

عارف باللہ حضرت مفتی مسعود احمد نقشبندی، شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ نقشبندی، حضرت مفتی مشرف احمد نقشبندی معروف قلم کار پروفیسر مسعود احمد علیہ الرحمہ اور مسجد فتح پوری شاہی مسجد کے خطیب و امام حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی مکرم احمد نقشبندی دام ظلہ العالی وغیرہ آپ

کے خاندان کی نام ور شخصیات ہیں۔

حضرت قاضی اہل سنت کی والدہ ماجدہ حضرت عائشہ بیگم سیدہ تھیں، کچھوچھہ مقدسہ ان کا وطن مالوف تھا، حضرت قاضی اہل سنت کے حقیقی نانا جان پیر طریقت حضرت سید شاہ طاہر اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ تھے۔ ناناجان کے فیوض وبرکات بھی آپ کو حاصل ہوئے۔ نانا جان نے آپ کو سلسلہ چشتیہ اشرفیہ کی خلافت واجازت عطا فرمائی اور اپنے نواسے کو بے پناہ روحانی قدروں اور مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز کے فیوض سے مالامال فرمایا۔

تیسری اور اہم خلافت آپ کو کچھوچھہ مقدسہ کی نام ور روحانی شخصیت سرکار کلاں مرشد طریقت سراپا فیض وبرکت حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز نے عطا فرمائی۔ آپ صورت و سیرت میں ہم شبیہ غوث اعظم بغدادی تھے۔ آپ کے روحانی اور عرفانی چہرۂ انور کی ہم نے بار بار زیارت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ان کی ذات ستودہ صفات سے ہم نے بے پناہ روحانی اکتساب فیض کیا اور ہم آج بھی کر رہے ہیں۔ آپ کی شخصیت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ آپ نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی قدس سرہ العزیز کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ نورانی منظر خادم مبارک حسین مصباحی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، اس وقت ہماری عمر بہت کم تھی، مگر بفضلہٖ تعالیٰ سب کچھ آنکھوں نے دیکھا اور پورا منظر آج بھی دل ودماغ میں محفوظ ہے۔

حضرت اقدس قاضی اہل سنت خانقاہ مسعودیہ مظہریہ اور درگاہ مظہریہ اندرون مسجد شاہی فتح پوری دہلی کے سجادہ نشیں تھے، ہماری معلومات کے مطابق ملک کے مختلف گوشوں میں آپ کے مریدین و متوسلین کی کثیر تعداد ہے۔ آپ عوام وخواص میں یکساں مقبول تھے، آپ کے مریدین دہلی، میوات، راجستھان، ہریانہ، اتر پردیش، بہار، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں کثیر ہیں۔ آپ کے مریدین اپنے اندر ادب واحترام کا ایک منفرد انداز نظر رکھتے ہیں۔ عام طور پر انھیں جو بھی کرنا ہوتا حضرت کی اجازت ضروری سمجھتے تھے، آپ کی اجازت کے بغیر نہ جلسے کرتے اور نہ عام طور پر شادیاں کرتے، دیگر اہم تقریبات میں بھی حضرت سے دریافت کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

حضرت نے بہت پہلے اپنے معتقد حضرت مولانا سجاد علی قادری کو خلافت واجازت عطا فرمائی۔ اپنے وصال سے چند روز قبل اپنے لخت جگر فرزند ارجمند حضرت شاہ محمد اسید احمد قادری دام ظلہ العالی کو خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا جانشین منتخب فرمایا۔ صاحب سجادہ کی ہم نے متعدد بار عرس مجد دین دہلی میں زیارت کی، ماشاء اللہ انتہائی سنجیدہ حالات آشنا اور کم گو ہیں۔ اپنی وضع قطع اور چہرے مہرے سے ہم شبیہ قاضی اہل سنت نظر آئے اور اب تو باضابطہ والد کے فیوض وبرکات بھی جاری ہیں۔ ان شاء اللہ یہ بھی اپنے والد گرامی کے حقیقی جانشین ثابت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر، اقبال اور فضل وکمال میں اضافہ فرمائے۔ آمین۔

تعلیم و تربیت اور تصنیف و تالیف: حضرت قاضی اہل سنت بے مثال حافظ قرآن، دل کش لب ولہجہ کے عمدہ قاری تھے، باعمل عالم ربانی، زہد وورع اور فضل وکمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ اہل سنت کے درمیان پیچیدہ مسائل فیصل کرنے میں بھی بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کے کثیر فتاویٰ ہیں کاش کوئی عالم ربانی انھیں مرتب کر دے تو ان کی اشاعت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ آپ نے ایک درجن سے زائد رسائل تحریر فرمائے، مریدین اور معتقدین کو چاہیے کہ ان تمام رسائل کو یکجا کر کے اشاعت فرمادیں تو ان کی قلمی خدمات میں اضافہ ہوگا۔

روحانی علاج-حل المشکلات: آپ برسوں سے دہلی کے مشہور ماہ نامہ کنزالایمان ٹیا محل جامع مسجد دہلی میں ”روحانی علاج-حل المشکلات“ کے عنوان سے ایک کالم لکھ رہے تھے، سچی بات یہ ہے کہ آپ کو اس فن میں بے پناہ مہارت حاصل تھی، آپ سوالات و جوابات پر غور فرمائیں، ان میں روحانی علاج بھی ہے، اطاعت الٰہی کا درس بھی، عشق رسول ﷺ کی تشویق بھی ہے اور اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی بارگاہوں سے اکتساب فیوض کے عشق انگیز انداز بھی۔ آپ مطالعہ کے دوران محسوس کریں گے کہ حضرت بات بات میں عمل صالح یعنی نماز کی پابندی، رزق حلال اور صدق مقال کا درس بھی دیتے جاتے ہیں۔ اب ذیل میں چند مثالیں پڑھیے:

ہم اور ہمارے اہل خانہ کی پریشانیاں:

حضرت مفتی صاحب قبلہ.... السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

میرے والد کی اکثر طبیعت خراب رہتی ہے، کئی روحانی علاج کرنے والوں کو دکھانے پر ان لوگوں نے یہ کہا کہ ان پر جادو کے اثرات ہیں۔ ایک علاج کرنے والے نے ہمارے گھر کے آگے سے ایک پتلا نکال کر کہا کہ یہ آپ کے والد کے نام سے زمین میں دبایا ہوا تھا، لیکن اس کے بعد بھی ان کو شفا نہیں ہوئی۔ آج سے کچھ مہینے پہلے گجرات کے کسی

عامل کو دکھانے پر اس نے بھی ان اثرات کو ختم کرنے کا دعویٰ کیا، اس سے ان کو کچھ راحت تو ہوئی، لیکن بعد میں اپنی حالت پر آ گئے۔ ان کی طبیعت پھر سے خراب رہنے لگی ہے، کسی کی میت یا اسپتال وغیرہ میں نہیں جا سکتے۔ اگر جاتے ہیں تو وہ تعویذات جو پہنے ہوتے ہیں وہ خراب ہو جاتے ہیں۔ کاروبار میں کمی آگئی ہے، مالی حالت کمزور ہو گئی ہے۔ اکثر گھر والوں کی طبیعت خراب رہتی ہے، جس میں ہم دو بھائی بہن بھی ہیں جو پڑھتے ہیں، ان کو زیادہ پریشانی ہے۔ میری بہن جو اسکول میں پڑھتی ہے جب بھی وہ مطالعہ کے لیے بیٹھتی ہے اس کے سر میں تکلیف شروع ہو جاتی ہے اور مطالعہ کرنا چھوڑ دے تو اچھی ہو جاتی ہے، اس وجہ سے اس کی پڑھائی خراب ہو رہی ہے۔ میرا ذہن پریشان رہتا ہے، جب بھی پڑھنے بیٹھتا ہوں کچھ دیر پڑھائی میں دل لگتا ہے، لیکن تھوڑی دیر بعد دل پڑھائی سے اچاٹ ہو جاتا ہے، ذہن کند ہوتا جا رہا ہے۔ کوئی کتاب بھی سمجھ نہیں پاتا ہوں، کوشش بہت کرتا ہوں لیکن کامیاب نہیں ہو پاتا ہوں۔ میں حافظ بھی ہوں اور مولوی کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ جب ماہِ رمضان میں تراویح کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو کلامِ پاک پڑھنے میں بھی پریشانی ہوتی ہے، کتنا ہی اچھا یاد ہو لیکن پڑھنے میں پریشانی ہوتی ہے۔ گھر والوں نے اس کی شکایت گجرات کے ایک عامل سے کی تو ان صاحب نے کہا کہ آپ کے والد کے جادو کے اثرات نے سب گھر والوں کو حصار کیا ہوا ہے۔ جب وہ ختم ہو جائے گا تو سب اپنے معمول پر لوٹ آئے گا۔ بہت سی جگہوں سے ناامید ہو کر آپ کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ آپ سے گذارش ہے کہ میری مشکلوں کا حل فرمائیں۔ میں بہت پریشان ہوں اور پڑھائی چھوڑنے پر مجبور ہو رہا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ خدا کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ آپ کی عمر کو دراز فرمائے اور آپ سے یوں ہی دین کی خدمت لیتا رہے۔

رئیس احمد کوٹہ راجستھان۔

والد کا نام عبد الرشید۔ ان کی والدہ کا نام عزیزہ

میری والدہ کا نام زلیخا ہے، میری بہن کا نام گلفشاں ہے۔

روحانی علاج:

رئیس احمد سلمہ......وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ سب گھر والے چاند کی شروع تاریخوں میں تیرہ تاریخ تک کسی دن فجر سے قبل پہلے خوب اچھی طرح غسل کریں، پھر وضو کریں پھر پورے گھر کو دھودیں اور بڑی اگربتیوں پر ۷ / ۷ بار آیۃ الکرسی، سورہ صٰفّٰت، لازب تک سورہ جن شہابا رصدا تک اور چاروں قل مع اول و آخر درود شریف پڑھ کر پانی پر اس طرح دَم کریں کہ پانی ہل جائے (دَم صرف وہ افراد کریں جو پابند شرع ہوں اور قرآن کریم صحیح پڑھتے ہوں) پھر فوراً ہی اگر بتیوں پر دم کرتے ہی جلا کر ہر کونے میں لگادیں، نیچے کوئی برتن رکھ دیں، بعد میں اس کی راکھ الگ سنبھال کر رکھیں اور گھر میں جس کسی کو کوئی جسمانی یا ذہنی تکلیف ہو، وہ روزانہ تازہ وضو کر کے ایک گرام وہ راکھ لے کر چھوٹے سے ایک چمچہ شہد میں ملا کر چاٹ لیا کرے۔

نوٹ: رہائش جن کمروں میں ہو، ان کے کونوں کے حساب سے اگربتیاں لیں اور پانی صبح و شام روزانہ کمروں کے کونوں میں چھینٹ دیا کریں اور تھوڑا تھوڑا باوضو پیا بھی کریں، کم از کم اکیس دن لگاتار عمل کریں اگر کیس پرانا ہو تو تین چلّہ لگاتار کریں۔ ☆☆

حافظ صاحب کا حفظ یاد نہ رہنا:

حضرت مفتی صاحب قبلہ.....السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ کہ میں حافظ ہو چکا ہوں، مجھے دو سال پہلے دماغی بخار ہو گیا تھا۔ اب دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے، میں قرآن بہت بھول گیا ہوں۔ روز صبح میں دو پارے پڑھتا ہوں، پر ایسا لگتا ہے کہ میں اور بھولتا جاتا ہوں۔ دو سال سے تراویح نہیں پڑھا سکا۔ اس بار بھی محنت خوب کی ہے، پر امید نہیں کہ پڑھا سکوں۔ میں اپنی زندگی اور دماغ سے مایوس ہو چکا ہوں۔ خود کشی کرنے کا دل ہوتا ہے۔ میں کئی طرح کی دعائیں بھی پڑھتا رہتا ہوں۔ میں یہ بھی بھول جاتا ہوں کہ رکوع میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھوں یا سجدہ میں پڑھوں۔ مجھ پر گھر کا خرچ بھی ہے کہ صحیح طریقے سے علاج کرا سکوں۔ حضرت میں قرآن مخرج ادا کر کے پڑھتا ہوں تو الٹی ہونے لگتی ہے، حرف ادا نہیں کر پاتا ہوں، بغیر حرف ادا کیے قرآن ہی کیسا۔ اب گھر والے بھی مجھ سے مایوس ہوتے جا رہے ہیں۔ حضرت علمِ دین حاصل کرنا چاہتا ہوں پر کچھ یاد ہی نہیں ہوتا۔ حضرت میری زندگی اور عزت کا سوال ہے، حضرت کچھ دعائیں یا تعویذ وغیرہ یا کوئی طریقہ فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

روحانی علاج:

نامعلوم الاسم............وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمھارا دماغ اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ تم نے اپنا نام بھی نہیں لکھا، بہر حال۔ اب تم ہر نماز کے بعد کسی سے بولے بغیر، اسی جگہ اول و آخر درود شریف کے ساتھ دو تسبیح لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کیا کرو اور پانی کی بوتل پر بھی، وہ پانی تھوڑا تھوڑا روزانہ باوضو پینا ہے اور اپنے کمرے کے کونوں اور دیواروں پر چھینٹے بھی دینے ہیں، پانی ختم ہونے سے پہلے اور پانی ملاتے رہو اور عمل جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جید حافظ بنائے۔ آمین۔ ☆

حضرت حافظ مشتاق احمد امجدی کی پریشانیاں:

حضرت مفتی صاحب قبلہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرا نام مشتاق احمد امجدی ابن حوراں بی ہے۔ سال گذشتہ بھی آپ کی بارگاہ سے فیض حاصل کیا تھا، پھر فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لیے آپ کی بارگاہ میں دست بستہ درخواست کی شکل میں حاضر ہوں۔ عرض یہ ہے کہ بائیں جانب سر سے لے کر پیر تک تکلیف ہوتی ہے، تالو میں کھنچاؤ، درد اور چکر، کندھوں میں بوجھ کا محسوس ہونا، دل کا دھڑکنا، پیر میں تکلیف، تلوے میں کھجلاہٹ، ڈکاریں بہت نکلتی ہیں اور بڑی آواز سے، علاج بہت کروایا تادمِ تحریر علاج جاری ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ ڈاکٹروں نے سکیاننگ اور انڈوسکوپی اور خون پیشاب وغیرہ ٹیسٹ کروائے مگر سب نارمل نکلا۔ خصوصاً اماوس اور پونم کے دنوں میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ کھایا ہوا کھانا زبردستی حلق میں انگلی ڈال کر نکالنا پڑتا ہے۔ اور دنوں میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔ غصہ اور چڑچڑاہٹ بہت زیادہ ہے، میں درجۂ حفظ کے طلبہ کا خادم ہوں۔ میرا ہر طرح سے معائنہ فرما کر میرا جو، آپ مناسب سمجھیں علاج فرما کر اپنے دامنِ کرم میں جگہ عنایت فرمائیں تاکہ اپنے والدین، بیوی، بچوں کے ساتھ سکون سے رہوں۔ حضور کرم فرمائیں۔ فقط سگِ رضا وامجد، مشتاق احمد امجدی ابن حوراں بی

مدرسہ حسینیہ بنکاپور، ضلع ہاویری، کرناٹک

روحانی علاج:

مشتاق احمد امجدی صاحب..... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مشتاق احمد امجدی کو لکھنا ہے کہ وہاں صحیح العقیدہ سنی پابند شرع سے مشک، زعفران، گلاب اور کیوڑے سے قرآن کریم میں دیکھ کر بالکل صحیح اور مکمل نقل لکھیں اعوذ و بسملہ کے ساتھ سورہ فاتحہ اور آیت، کریمہ انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی اور اسے چینی یا شیشے کے برتن میں سات ہینڈ پمپ کے پانی میں (ایک ہینڈ پمپ اتنا قریب کا ہو جس میں سے بڑھاتے رہیں) وہ نقش ڈال کر اس پر وہی سورت اور آیت روزانہ ۲۱/ بار مع اول وآخر درود شریف پانی میں دم کرنا، پینا بھی ہے اور کمرے کے کونوں دیواروں پر چھینٹے بھی دینا ہے، روزانہ صبح وشام۔ ☆☆

شادی کے بعد پندرہ سال تک کوئی بچہ نہیں ہوا:

حضرت مفتی صاحب قبلہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں شجاعت قادری سرکار کا غلام۔ بعدِ سلام عرض کرتا ہوں کہ سرکار میری شادی کو تقریباً ۱۵/ سال ہو گئے، لیکن اولاد سے محروم ہوں۔ ڈاکٹروں کے مطابق ہم دونوں کی تمام رپورٹیں درست ہیں۔ حضرت کرم فرمادیں، سرکار میری زوجہ عرشیدہ کو ماہواری آنے سے ایک دو دن پہلے اچھے ۲/ پھل خواب میں دکھائی دیتے ہیں۔

فقط والسلام۔ شجاعت علی قادری، جلال پوری۔

روحانی علاج:

محبی جناب شجاعت قادری..... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمدرد دواخانہ کی دوا مستورین لگاتار استعمال کراؤ اور نئے چاند کی پہلی جمعرات کو پوری عقیدت کے ساتھ حضرت بوعلی شاہ قلندر علیہ الرحمہ کے دربار پانی پت حاضر ہو کر منت مانو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب آپ کی دعا سے مجھے اپنے کرم سے اولادِ صالح عطا فرمائے گا تو آپ کی تین من والی نیاز دلا کر غریبوں کو کھلاؤں گا، پھر کامیابی کے بعد ایسا ہی کرنا۔

اس کے علاوہ شیطانی اثرات دور کرنے کے لیے جلانے کے نقش اور اولاد کی بندش کے لیے جو کچھ کرایا گیا ہے اس کی کاٹ کے لیے ہر سنیچر اور ہر منگل کو عمل کرنا ہوگا۔ اس سلسلہ میں علاوہ جمعہ کے کسی بھی دن صبح دس بجے سے شام چار بجے کے درمیان رابطہ کر لینا، تفصیل بتادیں گے۔ لیکن وقت پر نماز کی پوری پابندی تم خود بھی رکھو اور اپنی اہلیہ بلکہ تمام گھر والوں اور تعلق والوں کو بھی پابندی کی تاکید کرتے رہا کرو مگر عاجزی اور تہذیب کے ساتھ۔ ان شاءاللہ تبارک وتعالیٰ بشرط خلوص تمھیں تو کہنے کا ثواب مل ہی جائے گا، خواہ وہ عمل کریں یا نہ کریں۔ یہ نہ خیال کرو کہ بار بار کہہ چکے وہ عمل تو کرتے نہیں لہذا کہنے سے کیا فائدہ۔ نہیں! تمھیں تو ہر بار کہنے کا ثواب ان شاءاللہ تبارک وتعالیٰ ضرور ملے گا۔ ☆☆

بہت ہی زیادہ پریشانی ہے:

حضرت مفتی صاحب قبلہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج شریف ہوگا۔ ضروری گذارش یہ ہے کہ میں بہت ہی زیادہ پریشان ہوں۔ آپ نے ایک عمل کا حکم دیا تھا جس کے کرنے سے کچھ عافیت ہوئی، لیکن ایک عمل خاص ہے، جس کے تعلق سے آپ نے فرمایا تھا کہ یہ صیغۂ راز میں رکھنا ہے اور اس چیز پر دم بھی کر دوں گا۔ اس لیے حضرت میں دور دراز کے سفر کی مشقت اٹھا کر آپ کے حضور میں حاضر ہوں۔ اب آپ کا جو حکم ہو، غلام حاضر ہے۔ آپ کا کفش بردار عبدالمبین نظامی

روحانی علاج:

محبی عبدالمبین نظامی.......... وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نیا چاند اگر آنے والے دوشنبہ کو ہو جائے تو اسی شب کو خالص دودھ کا عمدہ شربت روح گلاب اور روحِ کیوڑہ ڈال کر باوضو تیار کر کے حضرت سرکار اقدس ﷺ کی اور حضرت یونس علیہ السلام کی نیاز فاتحہ دے کر کچھ خود استعمال کریں اور کسی صحیح عقیدہ پابند شرع کو پلائیں اور شب کے ٹھیک ۲؍ بجے ایسی جگہ کھڑے ہو کر جہاں سے قبلہ رخ آسمان نظر آئے اول آخر درود شریف کے ساتھ آیتِ کریمہ بے تعداد کھڑے کھڑے پڑھیں، جب ختم کرنا چاہیں تو درود شریف پڑھ کر سجدہ میں دعا کر کے ختم کر دیا کریں۔ وقتِ دعا شروع میں یہ منت مانیں کہ بعدِ کامیابی ڈھائی من یعنی ایک سو کلو دودھ کے عمدہ شربت پر یہی نیاز فاتحہ دے کر نیک صحیح عقیدہ لوگوں کو پلاؤں گا اور اگر دوشنبہ کو چاند نہ ہو تو چاند ہونے کے بعد پہلی جمعرات یعنی پہلے جمعہ کے دن سے قبل جو رات ہو اس میں یہ عمل کرنا، اللہ تبارک و تعالیٰ قبول فرما کر مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

یہ چند تحریریں ہم نے ماہ نامہ کنز الایمان دہلی ستمبر ۲۰۱۰ء اور ستمبر ۲۰۱۴ء سے اخذ کی ہیں۔

آپ کے روحانی علاج کے یہ چند نمونے ہیں آپ برسوں سے ماہ نامہ کنز الایمان میں لکھ رہے ہیں، اگر کوئی روحانی مزاج رکھنے والے فردِ فرید ان تمام روحانی علاجوں کو یکجا کر دے تو روحانیت سے لبریز قلمی دنیا میں آپ کا ایک کارنامہ سامنے آئے گا اور قارئینکو اس سے زبردست استفادہ کرنے کا موقع نصیب ہوگا۔

ہماری ملاقاتیں اور پروگراموں میں شرکت: قاضیِ اہلِ سنت حضرت مفتی محمد میاں ثمر دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان کو ہم تو بہت پہلے سے جانتے تھے، مگر ان سے شرف ملاقات کا شرف بعد میں حاصل ہوا، برادرِ مکرم جناب مقصود علی قادری ثمری مرحوم بڑے ملنسار اور خلیق انسان تھے، بہت پیاری پیاری باتیں کرتے۔ دو ایک بار اپنی قیام گاہ پر بھی لے گئے تھے، ان کے چند چھوٹے چھوٹے بچے تھے، ان کے بڑے فرزند عزیز القدر حافظ مغفور احمد قادری سے چند روز قبل باتیں بھی ہوئیں، اللہ تعالیٰ انھیں اور اہلِ خانہ کو تا دیر سلامت رکھے۔ ہمارے بھائی مقصود علی قادری مرحوم، ہم سے بذریعہ موبائل گفتگو فرماتے تھے۔ عام طور پر چاند رات والے دن رویتِ ہلال کے تعلق سے بھی دریافت فرماتے تھے۔ حضرت قاضیِ اہلِ سنت کی جانب سے دعوتیں بھی وہی دیتے تھے۔ ہم ان کی دعوت پر متعدّد بار حضرت قاضیِ اہلِ سنت کے زیرِ اہتمام پروگراموں میں شریک ہوئے، ہم سے مسجد شیخان کے محترم امام مولانا فروغ احمد طریقی زید مجدہم اور دیگر احباب بھی بڑی محبت سے ملتے تھے۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان پروگرام میں باڑہ ہندو راؤ دو یا ایک بار حاضر ہوا۔ پروگرام سے پہلے اگر وقت ہوتا تو حضرت قاضیِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ سے شرفِ ملاقات ضرور حاصل ہوتا، حضرت بڑی محبتوں سے نوازتے، ہم دست بوسی کی لاکھ کوشش کرتے مگر حضرت کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے سینے سے لگا لیتے، ملاقات کے وقت بڑی محبت سے خیریت معلوم کرتے، جامعہ اشرفیہ اور ہماری مصروفیات کے تعلق سے دریافت فرماتے اور اس کے بعد اپنے معزز چاہنے والے کو طلب فرماتے اور چائے وغیرہ منگواتے اور پھر باصرار کھلاتے پلاتے۔ عام طور پر ناشتے کا سامان ان کے پاس موجود ہوتا، اسے بھی بڑی محبت سے سامنے رکھتے، مصباحی علما سے بڑے متاثر رہتے، بعض اوقات دو ایک نام بھی لیتے، اس وقت ہمیں شارحِ بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی دام ظلہ العالی کے اسمائے گرامی یاد آرہے ہیں۔ فرماتے تھے، مصباحی علما بڑے مخلص اور بے غرض ہوتے ہیں اور یہ ساری باتیں اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں فرماتے تھے۔

ہم نے حضرت قاضیِ اہل سنت سے جامعہ طیبہ شاہ آباد ضلع رام پور کا تعارف کرایا، ہم نے عرض کیا تھا کہ یہ ادارہ دور دور تک شہرت رکھتا ہے پہلے ہم نے قصبہ شاہ آباد میں دو منزلہ عمارت تعمیر کرائی اور اب آٹھ بیگھہ وسیع زمین پر بدایوں روڈ پر ہے، وہ ہمارے خیال سے ضلع رام پور کا ایک قابلِ ذکر ادارہ ہے۔ حضرت ہمارے سفیر کو رمضان المبارک میں تعاون بھی عطا فرماتے تھے۔ ایک بار ہم نے حضرت قاضیِ اہلِ سنت کی بارگاہ میں جلسۂ دستار بندی میں شرکت کی دعوت بھی پیش کی، حضرت نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا، امسال تو جانا مشکل ہے ان شاء اللہ آئندہ آپ حکم دیں گے تو ہم ضرور چلیں گے۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت نے خوب خوب دعاؤں سے نوازا تھا۔ یہ بزرگوں کی دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے کہ دار العلوم اہلِ سنت جامعہ طیبہ شاہ آباد دونوں عمارتوں میں بخوبی چل رہا ہے۔

"عرس مجدد دین" یعنی امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی یاد میں عظیم الشان پروگرام کراتے تھے۔ یہ تاریخی پروگرام اردو بازار جامع مسجد دہلی کے وسیع صحن میں ہوتا تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس پروگرام میں حضرت قاضیِ اہل سنت نے تین بار ہمیں مدعو کیا۔ اس پروگرام میں کثیر تعداد میں مقامی علمائے کرام اور ائمۂ مساجد بھی شرکت فرماتے تھے۔ حضرت قاضیِ اہلِ سنت کی نشست گاہ ذرا ممتاز ہوتی، حضرت اپنی وضع قطع میں سراپا نورانی نظر آتے تھے۔ قدرے بھاری بدن، خوب صورت

جبہ شریف، دل کش عمامہ شریف، وسیع پر نور پیشانی، دل و دماغ کو متاثر کرنے والے لب و رخسار، بڑی بڑی نورانی آنکھیں، ان پر گراں قدر چشمہ، ہاتھ میں بڑا رومال اور سائڈ میں چھڑی رہتی، آپ کی زیارت کرکے بزرگوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ سر نیچے کرکے جلوہ ریز ہوتے، وقتِ ضرورت سر اٹھاتے تو پورے مجمع پر اپنی نکہت اور نورانی اداؤں سے چھا جاتے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ ان کی زیارت سے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔

جب ہم تقریر کرتے تو خاموش مسکراہٹ کے ساتھ سبحان اللہ، ماشاء اللہ کہتے جاتے۔ عرس مجد دین علیہما الرحمۃ والرضوان اور دیگر پروگراموں میں ہمیں آپ کے مختصر خطابات سننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ پر سکون لب و لہجہ میں انتہائی فصیح و بلیغ خطاب فرماتے، حالات اور تقاضوں کے پیشِ نظر علمی اور روحانی مضامین بیان فرماتے، مجمع عام طور پر ان کے عقیدت کیشوں کا ہوتا، سامعین ان کی ایک ایک بات کو حرزِ جاں بنانے کی کوشش کرتے، ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کے لیے بے چین نظر آتے، اس وقت ہمیں مختصر لکھنا ہے، تفصیل ان شاء اللہ کبھی بعد میں۔

حضرت قاضی اہل سنت نے دو بار ہماری دعوت طعام بھی فرمائی۔ ایک بار ہم نے اپنے دہلی پہنچنے کی اطلاع حضرت اقدس کو دی اور ملاقات کی آرزو عرض کی۔ حضرت نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرمایا، اس کے بعد ہم ماہ نامہ قاری دہلی کے سابق چیف ایڈیٹر معروف دینی و ملی شخصیت حضرت قاری محمد میاں مظہری کی آفس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی وقت حضرت قاضی اہلِ سنت کے نمائندے کا فون آیا کہ آپ کب تک ہیں دہلی میں۔ ہم نے عرض کیا دو ایک دن موجود ہوں۔ انھوں نے فرمایا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ آج دوپہر میں طعام حضرت کی قیام گاہ میں تناول فرمالیں، ہم نے مسکراتے ہوئے عرض کیا، ٹھیک ہے، حضرت سے ملاقات کے لیے تو آنا ہی تھا، اسی بہانے حضرت سے شرفِ ملاقات بھی حاصل ہو جائے گا اور کام و دہن کی آسودگی کے لیے تبرک بھی مل جائے گا۔ یہ گفتگو حضرت قاری محمد میاں مظہری صاحب نے بغور سماعت فرمائی اور پھر اپنے اعتبار سے خوش کن تبصرہ بھی کیا اور فرمایا۔ مولانا بڑے خوش نصیب ہیں آپ کہ حضرت نے آپ کی دعوت فرمائی، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو سلامت رکھے۔ اسی طرح ایک بار اور بھی دعوتِ طعام فرمائی۔

حضرت قاضی اہل سنت کا معمول تھا کہ کسی کے سامنے کھانا کھانے سے پرہیز فرماتے تھے، خیر یہ ان کی روحانی احتیاط کا تقاضا ہوگا، ہم جب پہنچے تو ہم نے دست بوسی کرنے کی کوشش کی، مگر حضرت نے قیام فرما کر سینے سے لگا لیا اور ہر ملاقات میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ آپ نے ہماری اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے حالات دریافت فرمائے، ابتدائی ناشتے کے بعد حضرت نے خادمِ خاص کو حکم دیا کہ حضرت کو کھانا کھلوائیے۔ موصوف میواتی نوجوان تھے، ہمیں ایک بالائی کمرے میں لے کر گئے، بڑے ادب سے ہاتھ دھلائے، کمرے میں دسترخوان سجا ہوا تھا، ہم نے حضرت کے خادمِ خاص سے لاکھ کوشش کی مگر انھوں نے معذرت فرمالی۔ ہم نے جی بھر کر وہ پر تکلف کھانا کھایا، کھانے کے بعد کی دعا پڑھی اور پھر حضرت کی بارگاہ میں پیاری پیاری باتیں سماعت کیں اور پھر اجازت لے کر واپس ہو گئے۔

واضح رہے کہ ہم نے آپ کے ذریعہ اپنا روحانی علاج بھی کرایا اور بفضلہٖ تعالیٰ فائدہ بھی حاصل کیا۔

میوات کے مسلمانوں کا اکثر حصہ آپ کے مریدین و متوسلین کا ہے۔ وہاں ایک تاریخی شہر الور ہے۔ اس کی بھی تاریخی حیثیت ہے۔ آزادی سے قبل وہاں سو سے زائد مساجد تھیں۔ وہاں بڑے بڑے علماے اہل سنت اور مشائخ کرام پیدا ہوئے۔ تعصب کی شدید آگ میں وہاں مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔ اس شہر میں ایک نام ور بزرگ کا مزار شریف ہے۔ حضرت قاضی اہلِ سنت یہاں کے بھی سجادہ نشیں تھے۔ یہ مزار شریف ایک مسجد کے قریب مدرسے میں ہے۔ مزار شریف زمین کی موجودہ سطح سے قریب ایک منزل نیچے ہوگا۔ مقامِ افسوس یہ ہے کہ اس ادارے اور مسجد پر بدمذہبوں کا ناجائز قبضہ ہے۔ الور کی سرزمین پر اس وقت دو چار مسجدیں تھیں، اس شہر میں ہم متعدد بار مدعو ہوئے، اسی طرح قرب و جوار میں بھی ہم متعدد بار حاضر ہوئے۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حضرت قاضی اہلِ سنت مفتیِ اعظم دہلی کی شخصیت گوناگوں اوصاف و کمالات کی حامل تھی، آپ کے وصالِ پر ملال سے ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا، اللہ تعالیٰ مالک و مختار ہے۔ وہ یقیناً اپنے پیارے رسول ﷺ کے دین کی حفاظت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے کامل امید ہے کہ وہ غیب سے مدد فرمائے گا اور ان کے فرزند ارجمند اور جانشین کو اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرمائے گا۔ اور یہ کاروان دین و سنیت مزید بہتری کے ساتھ آگے بڑھے گا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ حضرت قاضی اہلِ سنت کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور ان کی خدمات کا اجالا تا حشر باقی رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

از: مبارک حسین مصباحی

صدائے بازگشت

عرسِ حافظِ ملت

مدیر محترم ماہ نامہ اشرفیہ   سلام مسنون

عرس اور جلسہ وجلوس تو ہم نے اور آپ نے نہ جانے کتنے دیکھے ہوں گے، لیکن جس عرس کی روداد میں پیش کر رہا ہوں وہ دیگر اعراس سے تھوڑا مختلف ہے، جامعہ اشرفیہ مبارک پور جس طرح اپنی تعلیمی خصوصیات کی وجہ سے پورے برصغیر میں اپنی مثال آپ ہے، اسی طرح بانیِ اشرفیہ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس کا نمایاں اور نرالا انداز ہے۔عام طور پر لوگوں کے دلوں میں ایک بہت بڑے عرس کا جو تصور ہے وہ یہی ہے کہ بہت بڑا مجمع ہوگا، مرد و عورت کا اختلاط ہوگا، عورتیں اور لڑکیاں بے پردہ مزارات پر حاضری دے رہی ہوں گی اور بے حیائی کی ساری حدیں پار کر رہی ہوں گی، خوب میلے لگے ہوں گے اور مزار پر لوگ غیر شرعی امور انجام دے رہے ہوں گے۔لیکن عرس حافظِ ملت میں شریک ہونے والے زائرین نے یہ ضرور محسوس کیا ہوگا کہ وہاں ایسا کچھ بھی نہیں تھا، یقیناً مجمع بہت بڑا تھا اور لاکھوں کی تعداد میں زائرین کا امنڈتا ہوا سیلاب آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا، لیکن وہاں مرد و عورت کا اختلاط تو کیا ایک عورت بھی دیکھنے کو نہیں ملی اور نماز کی پابندی تو کیا کہنے، جوں ہی اذان ہوتی، ساری دُکانوں کے سامنے ایک پردہ گرا دیا جاتا اور ساری دُکانیں بند کر دی جاتیں اور طلبۂ اشرفیہ کی تنظیم "مجلسِ خیر خواہ" کے تمام ارکان لوگوں کو نماز کی تلقین کرتے ہوئے دکھائی دیتے اور عظیم الشان عزیز المساجد اپنی تمام تر وسعت کے باوجود تنگ دامنی کا شکوہ کرتی نظر آتی اور دسیوں ہزار کی وسعت رکھنے والی وہ عظیم الشان مسجد فرزندانِ توحید سے بھر جاتی، بلکہ بعض لوگوں کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا پڑتا۔ جب جماعت ہو جاتی اور لوگ مسجد سے نکلنے لگتے پھر دوسرے لوگ نماز ادا کرتے۔اسی طرح یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ جماعت میں زبردست بھیڑ کے باوجود لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہیں کیا گیا، بلکہ مکبرین سے کام لیا گیا اور نماز میں کچھ بھی خلل واقع نہیں ہوا۔اور حافظِ ملت علیہ الرحمہ کی تربت کے ارد گرد کچھ فاصلے پر رسی سے گھیرا لگا کر عام زائرین اور تربت خاص کے درمیان فاصلہ بنایا گیا تھا کہ کوئی ناسمجھ تربت پر کوئی خلاف شرع حرکت نہ کر بیٹھے۔ روضۂ حافظِ ملت علیہ الرحمہ کے چاروں دروازوں اور مزار کے اندر جگہ جگہ اکابر اہلِ سنت اور سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نصیحت بینر کی شکل میں آویزاں تھی کہ مزار کو ہاتھ نہ لگائیں، نہ بوسہ دیں، چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھیں، قبر پہ سجدہ کرنا حرام ہے، اس سے بچیں وغیرہ اور طلبہ اشرفیہ کی ایک جماعت زائرین کو مزارات پر حاضری کے آداب سکھاتے ہوئے بھی دیکھی گئی۔آخری دن کے جلسے میں جامعہ اشرفیہ کے پرنسپل مفتی محمد نظام الدین رضوی مد ظلہ العالی نے لوگوں کے احکامِ شریعت پر پابندی کی تلقین فرمائی اور عوام کے سولات کے جوابات بھی دیے۔یہ سب دیکھ کر بلا شبہ زائرین کو تاثر ملا ہوگا کہ عرس در حقیقت اسی کا نام ہے جس میں تمام غیر شرعی امور سے احتراز ہو۔ اگر ہر جگہ ایسا ہی عرس ہو تو اس سے دین وسنیت کا بہت بڑے پیمانے پر کام ہو سکتا ہے۔

از: محمد کلیم اشرف رضوی، مظفر پوری، متعلّم جامعہ اشرفیہ

آداب والقاب کی بے حرمتی

مدیر محترم ماہ نامہ اشرفیہ   سلام مسنون

اس زمانے میں جس قدر القاب کی بے حرمتی ہو رہی ہے اس کی مثال ماضی میں عنقا ہے.

ہمارے ہاں ہر داڑھی والے پر "مولانا" کا اطلاق کیا جاتا ہے اور تھوڑے دن بھی کسی مدرسہ کا ہوا خوار اپنے آپ کو کلمہ "حضرت" سے کم پر راضی نظر نہیں آتا، اسٹیج پر کھل کر اپنی بے علمی کا ڈھندورا پیٹنے والوں کے نام سے پہلے اتنے القاب ہوتے ہیں کہ نام کو تلاش کرنے میں دقت پیدا ہو جاتی ہے، اگر القابات میں کچھ بھی کمی دیکھیں تو یہ دین کے خادم پوری تقریر بے رخی سے کرتے ہیں .

ان القابات کی وجہ سے معاشرے میں کافی غلط روایات اور غلط مسائل پنپ رہے ہیں، تقریر اور چرب زبانی اور اوپر سے نام سے پہلے القاب کی اتنی لمبی قطار دیکھ کر لوگ ایسوں کو ایک بڑا عالم سمجھنے لگ جاتے ہیں، بعد میں اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایسوں سے مسائل دینیہ پوچھنے لگتے ہیں۔یہ اپنی لاج بچانے کے لئے غلط مسائل بتادیتے ہیں ، اس طرح غلط مسائل معاشرے میں پنپنے لگتے ہیں اب عوام ان کے شکنجے میں پھنسنے کے بعد کسی درست مسئلہ کو ماننے سے مکر جاتی ہے کہ ان کے نزدیک تو وہی مسئلہ درست ہے جو ان کی نظر میں بڑے علم والے ہیں اگر چہ وہ اندر سے خالی ٹین

کیوں نہ ہوں، اب لوگوں میں اتنی صلاحیت کہاں کہ وہ مسئلہ کو کتابوں سے نکال کے صحیح اور غلط کا فیصلہ کریں؟؟؟.

سب سے بڑا جھوٹ اسٹیج پہ ناظم اور اناؤنسر کے ذریعہ بولا جاتا ہے جیساکہ اہل علم میں مشہور ہے، اور یہ کسی حد تک صحیح بھی ہے، وہ مقرر کے متعلق کبھی کبھی ایسی ایسی باتیں بول دیتا ہے کہ مقرر خود اس سوچ میں پڑجاتا ہے کہ "مجھ میں یہ خوبی بھی ہے اور مجھے خود نہیں پتہ!!؟ اور کچھ اناؤنسر تو حد ہی کردیتے ہیں کہ بلاوجہ لوگوں پہ مقرر کا دھونس جمانے کے لیے مقرر کو باہری ممالک کا سیاح بتاتے ہیں اگرچہ مقرر صاحب کبھی اپنے گاؤں سے بھی باہر نہ نکلیں ہوں، اور بھلا اسٹیج پہ پہلی مرتبہ ملاقات کرنے والے کے علم کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے جسے چار پانچ منٹ میں تقریر بولنا ہوتا ہے اور اس سے پہلے اناؤنسر اسے علم کا دریا بتاتا ہے!!؟ عجب تماشہ ہے!!؟؟

اردو کتابوں سے رٹ کر تقریر بولنے والے کو "محدث، مفسر، مفکر، علم منطق کا ماہر، درسگاہ کی شان جیسے القاب سے اسٹیج پر مدعو کیا جاتا ہے جس سے عوام بری طرح مرعوب ہوجاتی ہے. پھر جہالت کی منڈی میں ایک نئے نام کا اضافہ ہوجاتا ہے..

اس لیے اناؤنسر اور ناظم اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ سراسر جھوٹ کا پرچار کرنا ہے کہ کسی میں کوئی چیز نہ ہو اور زبردستی لوگوں میں وہ بات پھیلائی جائے جھوٹ کے ساتھ ساتھ قوم کے ساتھ دھوکہ ہے کہ آپ کے کسی کو بلاوجہ القاب لگانے کی وجہ سے اسے بڑا علم والا سمجھ کر مسئلہ پوچھ کر غلط جواب کی وجہ سے گمراہی اور جہالت کے قریب ہوجاتی ہے جس کا وبال بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے۔ مقرر صاحب تو آپ کے القابات لگانے سے خوش تو ہوجائیں گے مگر وہ آپ کو جھوٹ کے وبال اور غضب الہی سے نہ بچاپائیں گے۔

القاب کے ہیر پھیر کی وجہ سے اہل علم ان پڑھ لوگوں کو علم والے سمجھ رہے ہیں. عوام کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ضروری نہیں کہ جس کے نام کے ساتھ القاب لگے ہیں وہ واقعی اتنا قابل اور علم والا ہو اس لئے عقل سے کام لیں.

یہی وجہ ہے کہ اہل علم کا ایک بڑا طبقہ اس سے نالاں ہے، حضرت مفتی مطیع الرحمن صاحب اس موضوع پر بحث کے دوران فرمانے لگے کہ "آج کوئی مجھے مفتی کہتا ہے تو میں منع کردیتا ہوں. "پوچھنے پہ وجہ بتایا کہ "وہ مجھے بھی ایسا ہی مفتی نہ سمجھ لیں جیسے آج کل ہر کوئی مفتی بنا پھر رہا ہے".

اگر کوئی واقعی ان القاب کا حق دار ہے تو ٹھیک ہے مگر پھر بھی ان القاب سے کسی کے علم میں رتی بھر اضافہ نہیں ہونا ہے..

وسیم اکرم ہاشمی مصباحی. قاہرہ/مصر.

کشمیری حکومت کا نیا قانون

مکرمی! حکومت کشمیر نے نیا فرمان جاری کرتے ہوئے ایک نیک اور بہتر معاشرے کی تشکیل دینے میں معاون ثابت ہونے والا قانون بنا کر عام شہریوں کے شادی کے بوجھ میں آسانی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، جو یکم اپریل ۱۷ء سے لاگو ہوگا اور اس کے خلاف پائے جانے پر ممکنہ کاروائی بھی کی جائے گی، فرمان کے مطابق بیٹی کی شادی میں ۵۰۰/ مہمان اور بیٹے کی شادی میں ۴۰۰/ مہمانوں کی حد بندی ہے، منگنی و دیگر تقریبات میں مہمانوں کی حد بندی ۱۰۰/ تک کی گئی ہے، میزبانی کے لیے پیش کیے جانے والے سالن و شوربے کی حد بندی میں یہ کہا گیا ہے کہ گوشت کے کھانے میں سات قسموں سے زیادہ کی اجازت نہیں ہوگی، اس سے واضح رہے کہ حکومت یہ چاہتی ہے کہ ان کی ریاست میں ہو رہے بے راہ روی کے شکار لوگوں کو اچھے راستہ پر لایا جائے اور اچھے راستہ پر نہ جانے والوں کو تنبیہ الغافلین کے ذریعہ بھی لایا جاسکتا ہے، مجھے اس قانون سے خوشی اس بات کی ہے کہ اس میں اسراف پر روک لگانے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ بحیثیت اسراف مذہب اسلام کے قانون سے مماثلت رکھتا ہے، اب یہ قانون عملی جامہ پہن پائے گا یا نہیں مجھے اس کا اندازہ نہیں ہے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہ دیں کہ یہ تو اسلامی قانون سے مماثلت رکھتا ہے، لیکن امید قوی ہے کہ عام شہریوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ شادیوں میں غیر ضروری اخراجات واقعی نہ کریں، ہاں اس نئے قانون میں مہمانوں کی حد بندی میری فہم سے بالاتر ہے کہ مہمانوں کی حد بندی روئے زمین پر کسی معاشرہ میں روا نہیں سمجھا جاتا ہے، جب کہ اسراف کو ہر معاشرہ میں اچھا سمجھا نہیں جاتا ہے، اس لیے حکومت کشمیر کو چاہیے کہ وہ اسراف پر پابندی لگائے نہ کہ مہمانوں کی حد بندی کرے اور اگر ممکن ہو تو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے ورنہ میں بحیثیت حکومت اس کا احترام کرتا ہوں، پھر مہمانوں کی حد بندی کا اطلاق کن مہمانوں پر ہوگا اور اس کی تعریف کیا ہوگی یہ بڑا مشکل کام ہے۔ خیر جو بھی ہے بہتر ہے، امید ہے کہ مسلمان اپنے متعلقین کی شادیوں میں بے جا اخراجات سے پرہیز کریں گے اور ایک بہت بڑے گناہ سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

مولانا محمد اختر علی واجد القادری

جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ، نیا نگر میرا روڈ ممبئی

☆☆☆☆☆

خیر و خبر

لال چوک مبارک پور میں
بنام جشن رحمۃ للعالمین ﷺ سالانہ نعتیہ پروگرام

مبارک پور ایک تاریخی قصبہ ہے، یہ بنارسی ساڑیوں کے لیے ملک بھر میں شہرت رکھتا ہے مگر محسوس دنیا کے بیش تر ممالک میں اس کا تعارف جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی وجہ سے ہے۔ یہ تعارف صرف لفظوں کی بازی گری نہیں بلکہ اس کی اصل شناخت ملکی اور عالمی سطح پر اس کی علمی اور تحقیقی خدمات ہیں۔ آج ہند و بیرون ہند مصباحی برادران اپنی علمی، دعوتی، قلمی اور انتظامی کارناموں کی وجہ سے متعارف ہیں۔ اور یہ سب روحانی فیض ہے استاذ العلما جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ والرضوان کا، جنھوں نے ۱۹۳۴ء سے ۱۹۷۶ء تک مبارک پور کو اپنی خدمات کا محور بنایا، نہ صرف تعلیمی میدان میں بلکہ پورے معاشرے کو سنن مصطفیٰ ﷺ کا عملی پیغام دیا اور پورے ملک میں صلاح و فلاح کا ماحول پیدا کر دیا، یہ جشن رحمۃ للعالمین اور نعتیہ پروگرام انھیں کے روحانی پیغام کا نتیجہ ہے۔

اہل مبارک پور دین و سنیت کا بڑا پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں، عبادات و معاملات میں بھی ان کی اپنی ایک منفرد شناخت ہے۔ میلاد النبی ﷺ اور نعتیہ مجالس کا انعقاد مسلسل ہوتا رہتا ہے۔ ۷/ مارچ ۲۰۱۷ء بعد نماز عشا محلہ پرانی بستی، لال چوک میں نعتیہ پروگرام کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کی سرپرستی سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ، قیادت نعیم ملت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی، استاذ جامعہ اشرفیہ نے فرمائی۔ منصب صدارت پر معروف شاعر شاہد حسن شاہد مبارک پوری فائز تھے۔ جب کہ نظامت کے فرائض مشہور نقیب مولانا محمد قیصر اعظمی انجام دے رہے تھے۔

پروگرام میں مجمع کثیر تھا، بڑی تعداد ان حضرات کی تھی جن کی نگاہیں پروگرام کے حسین منظر سے محروم تھیں۔ اس لیے انتظامیہ نے مختلف مقامات پر متعدد اسکرین نصب کی تھی، اس پروگرام کو نیٹ پر ریلے کیا جا رہا تھا، اس جدید ذریعۂ ترسیل سے ہزاروں افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سنا، پروگرام کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ٹی وی نیز چینل Zee Salam نے اسے بریکنگ نیوز کے طور پیش کیا۔

تلاوت کلام ربانی اور انجمن اسلامیہ لال چوک نے حمدیہ کلام پڑھ کر محفل نعت کی ابتدا کی، جن انجمنوں کو مدعو کیا گیا تھا ان کی تعداد چودہ تھی۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

[۱] انجمن اسلامیہ لال چوک [۲] انجمن فیضان عزیزی، پورہ خواجہ [۳] انجمن ۷۸۶، ٹانڈہ امبیڈکر نگر [۴] انجمن ملت اسلامیہ، پورہ صوفی [۵] انجمن رحمانیہ، پرانی بستی [۶] انجمن گلزار مصطفیٰ، خیرآباد [۷] انجمن غنچۂ ہاشمیہ، پورہ صوفی [۸] انجمن مظلومیہ بڑی ارجنٹی [۹] انجمن فیض عام، پورہ رانی [۱۰] انجمن تنویر الاسلام، نیا پورہ [۱۱] انجمن تاریخ اسلام، قصبہ محمد آباد۔ [۱۲] انجمن باغ ارم نوادہ [۱۳] انجمن تنظیم ادب، کٹرہ [۱۴] انجمن گلشن رضا، پورہ دلھن۔

چند انجمنوں کے بعد تنظیم کے ذمہ داروں نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سینئر استاذ حضرت مولانا عبد الحق رضوی دام ظلہ العالی کو "حافظ ملت" ایوارڈ پیش کیا۔ یہ ایوارڈ سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کے ہاتھوں دیا گیا۔ مزید ایوارڈ الحاج محمد مظہر انصاری جنرل سکریٹری انجمن اہل سنت و اشرفی دار المطالعہ مبارک پور کو "الحاج محمد یونس ایوارڈ" دیا گیا۔ اشرفیہ انٹر کالج مبارک پور کے درجہ ۶ سے انٹر تک کے ان طلبہ کو جنھوں نے اپنے کلاس میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی تھی، انھیں بھی انعامات سے نوازا گیا۔

پروگرام میں بطور خاص مولانا نعیم الدین عزیزی کی خدمت میں سونے اور چاندی سے بنا ہوا تاج بھی پیش کیا گیا۔

اس کے بعد انجمنوں نے پڑھنا شروع کیا، پروگرام کے اخیر میں تمام انجمنوں کی قرعہ اندازی کی گئی اور اس میں یہ طے تھا کہ جن کا نام حج کے لیے پہلے آ چکا ہے، اس انجمن کے نام کو اس قرعے سے خارج کر دیا جائے گا، قرعہ اندازی میں اس بار انجمن گلشن رضا محلہ پورہ دلھن کا نام حج و زیارت کے لیے منتخب ہوا اور اسی اسٹیج پر مذکورہ انجمن کے منتخب فرد کو ایک لاکھ اسّی ہزار پانچ سو روپے نقد دے دیا گیا۔

دوسرا انعام زیارت اجمیر شریف (ڈیلکس کٹیگری) کے لیے تھا، جن میں قرعہ اندازی کے بعد انجمن غنچۂ ہاشمیہ محلہ پورہ صوفی کا نام

منتخب ہوا، جب کہ تیسرا انعام اجمیر شریف (نارمل کٹیگری) بذریعہ قرعہ انجمن رحمانیہ محلہ پرانی بستی کو دیا گیا۔

ان کے علاوہ تمام انجمنوں، شاعروں اور چند منتخب حضرات کو بھی انعامات دیے گئے، صد قابلِ مبارک باد ہیں تنظیم حسان رسول مشن کے اراکین جنھوں نے نعت رسول ﷺ کا پروگرام منعقد کیا اور دل کھول کر سب کو انعامات پیش کیے۔ در اصل انجمن کے اراکین نے اپنے نام پیش کرنے سے انکار کیا ہے، مگر ہم کم از کم نعیم ملت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی کا نام ضرور پیش کریں گے، جن کی پر عزم قیادت میں اس کارواں نے عشق مصطفیٰ ﷺ میں ڈوب کر یہ کارِ خیر انجام دیا، اللہ تعالیٰ اس نعتیہ پروگرام کے طفیل ان کی عمر، فکر اور خوش نصیبی میں اضافہ فرمائے۔ ہم باادب سپاس گزار ہیں، ان شعرائے کرام کی بارگاہوں میں جنھوں نے فکر و فن اور عشق و محبت میں ڈوب کر نعتیہ کلام سپرد قرطاس فرمائے۔ اسی کے ساتھ ہم مبارک بادیوں کے گل دستے پیش کریں گے، ان حضرات کی بارگاہوں میں بھی جنھوں نے قدمے سخنے حصہ لیا اور اپنے گراں قدر تعاون سے نوازا اور نبی کونین ﷺ کی غلامی کا ثبوت پیش کیا۔

از: رحمت اللہ مصباحی

پیرا کنک کشی نگر میں بحرالعلوم سیمینار اور بارہواں عرسِ ایوبی

ضلع کشی نگر، موضع پیرا کنک میں یکم، ۲، ۳/ جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰، ۳۱ و یکم فروری ۲۰۱۷ء کو شریف العلما حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری کا عرس مقدس صاحبِ سجادہ حضرت حافظ و قاری محمد سبطین رضا قادری ایوبی کی نگرانی میں منعقد ہوا اس کی ایک جھلک پیشِ خدمت ہے۔

یکم جمادی الاولیٰ بعد نماز فجر حضرت شریف العلما رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پاک پر قران خوانی و فاتحہ خوانی سے عرس قادری ایوبی کا آغاز ہوا، بعدہ خانقاہ کے زیرِ اہتمام چلنے والا ادارہ "مرکز السنیہ جامعہ ایوب نسواں" کا سالانہ جلسہ بنام "جشنِ ردائے عالمیت" منعقد ہوا جس میں مشہور و معروف معلمات و شاعرات کی شرکت ہوئی اور دورِ حاضر کے سلگتے ہوئے مسائل، اصلاح معاشرہ اور اہمیت علم دین پر پُر مغز بیانات ہوئے، ساتھ ہی ساتھ اس نسواں سے تعلیم مکمل کرنے والی ۹/ طالبات کو خلعت و دستارِ عالمیت سے نوازا گیا، علاقے اور قرب و جوار کی بہت ساری خواتینِ اسلام نے اس جشن میں حصہ لیا اور معلومات افزا بیانات سے بہرہ مند ہوئیں۔

اسی دن صاحبِ سجادہ کو سرکارِ مصطفیٰ ﷺ کی سنتِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا تھا، مورخہ ۳۰/ فروری کی شام کو مجلسِ نکاح برپا ہوئی، صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی نے ایجاب و قبول کی رسم ادا کرائی، اور جملہ متعلقین نے دولھا اور دلھن کو دعائیں دیں اور مبارک بادی کے گلدستے پیش کیے۔

۲/ جمادی الاولی مطابق ۳۱/ جنوری صبح ۹/ بجے صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی مد ظلہ العالی کی سرپرستی اور صاحبِ سجادہ کی قیادت میں جلوس قادری صاحب سجادہ کے درِ دولت سے برآمد کیا گیا، جس میں لوگ نعت و منقبت کے گلہائے عقیدت پیش کرتے ہوئے خاص ٹولہ میں واقع عظیم المرتبت بزرگ حاجی گوہر علی شاہ علیہ الرحمہ کے مزار پاک پر پہنچے، چادر پوشی و گل پوشی کی رسم ادا کرنے کے بعد یہ جلوس صاحبِ عرس شریف العلما علیہ الرحمہ کے مزارِ پُر انوار پر پہنچا، وہاں پر حضرت کے مزار پر چادر اور پھول پیش کیے گیے، امتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود اور ملک و وطن کی سلامتی کے لیے دعا کی گئی۔

اس سال "ملک العلما، استاذ الاساتذہ بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی علیہ الرحمہ" کی ذاتِ بابرکات کا انتخاب عمل میں آیا، اس کے لیے دورِ حاضر کے دانشورانِ قوم و ملت، علما و مشائخ سے منتخب عناوین پر مقالے لکھوائے گئے۔

یہ سیمینار مورخہ ۳/ جمادی الآخرہ مطابق یکم فروری حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی کی سرپرستی، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی کی قیادت میں منعقد ہوا اور صدارت صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ نے فرمائی جب کہ نظامت کی ذمہ داری حضرت مولانا اختر حسین فیضی مصباحی کے حصے میں آئی، سیمینار کا آغاز حافظ محمد الطاف قادری کی تلاوت سے ہوا، قاری محمد علی فیضی نے حمد و نعت کے اشعار پیش کیے پھر عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی کرسی صدارت پر متمکن ہوئے اور ایک جامع، وقیع اور نکتہ آفریں خطبۂ صدارت پیش کیا اور یہ واضح فرمایا کہ کئی جہتوں سے ہم شاگردانِ حضور حافظِ ملت کا سلسلۂ تلمذ حضور بحر العلوم سے منسلک ہے اور حضرت نے حضور بحر العلوم کی

حیات کے مختلف گوشوں کو بخوبی واضح فرمایا، اس کے بعد مولانا جنید احمد مصباحی ، مولانا شمس الدین مصباحی، محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی، مولانا نفیس احمد مصباحی نے اپنے اپنے مقررہ عناوین پر مقالے پیش کیے۔

درمیان میں ناظم سیمینار نے سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کی حضور بحر العلوم کی شان میں تحریر کردہ منقبت پیش کرنے کے لیے مولانا جنید احمد مصباحی کو پیش کیا، جس سے سیمینار کی فضا پرکیف وسرور کا ایک سماں چھا گیا، منقبت کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اپنے عنوان پر ایک پر مغز اور مدلل ومفصل خطاب فرمایا۔

۱۲ ربج کر منٹ پر قل شریف کا وقت ہو گیا، صاحب عرس کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت و ایصال ثواب کیا گیا، صاحب سجادہ نے شجرہ خوانی کی اور حضرت مصباحی صاحب کی دعا پر قل کا پروگرام اختتام کو پہنچا۔

اخیر میں رئیس القلم علامہ یٰسین اختر مصباحی نے ایک اچھوتا، شاندار اور پُر مغز خطاب فرمایا۔ اس کے بعد بارگاہ مصطفوی میں صلاۃ و سلام کی ڈالیاں نچھاور کی گئیں اور حضرت سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین رضوی مدظلہ العالی کی دعا پر یہ سیمینار اپنے آب و تاب کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔ اس سیمینار میں مولانا عبد الشکور ، مولانا خالد ، مولانا ابراہیم، مولانا امین الدین، مولانا فیض الرحمٰن ایوبی اور شہزادگانِ شریف العلما کے علاوہ کثیر تعداد میں علما و عوام موجود تھے۔

یکم فروری بعد نماز عشا عرسِ ایوبی کی آخری کڑی یعنی "بحر العلوم کانفرنس کا آغاز حافظ فیض الرحمٰن ایوبی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا، اور بالترتیب راقم محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی، شہزادۂ شریف العلما انجینئر محمد حسنین رضا ایوبی، اور مولانا کمال احمد علیمی نے خطاب کیا۔ صلاۃ و سلام کے بعد امنِ عالم اور سلامتیٔ وطن کے لیے دعائیں کی گئیں۔

از: محمد رضاء المصطفیٰ برکاتی مصباحی ،انجمن اسلامیہ، پڈرونہ کشی نگر

گلشن تیغیہ کانفرنس

۱۸ر فروری ۲۰۱۷ء کو دار العلوم تیغیہ حامدیہ یتیم خانہ غازی نگر، بیر گاؤں، رائے پور (چھتیس گڑھ) کے زیر اہتمام گلشنِ تیغیہ کانفرنس و جشن دستار حفظ و قراءت کا عظیم الشان پیمانے پر پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں ملک کے چند خطبا و شعرا جلوہ افروز تھے۔

بعد نمازِ عشا حضرت قاری محمد اسرائیل رضوی نے تلاوت کلام اللہ سے جلسے کا آغاز کیا۔ جلسے کی کارروائی کے لیے حضرت حسن رضا اطہر بوکاروی کو ذمہ داری دی گئی۔ کانفرنس کی سرپرستی پیرِ طریقت، حضرت مولانا محمد علی فاروقی قاضیِ شہر رائے پور فرما رہے تھے اور صدارت کی ذمہ داری حضرت مفتی عبد القادر برہانی بانی ادارہ ہٰذا فرما رہے تھے۔ شعرا نے بارگاہ رسولِ اکرم ﷺ میں نعتیہ گلدستہ پیش کیا۔ ایک شاندار خطاب کے لیے حضرت مولانا جنید رضا جمالی منبر پر رونق افروز ہوئے۔

علمائے کرام و پیرانِ عظام کے بابرکت ہاتھوں سے ادارہ کے پانچ فارغین کے سروں پر دستارِ حفظ و قراءت سے سرفراز کیا گیا، جو بڑا ہی حسین و دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ اس کے بعد مقرر شیریں بیان حضرت مولانا مفتی فیروز عالم مصباحی حالات حاضرہ کے تحت ایک مدلل خطاب فرمایا اور علمِ دین کی افضلیت اور طالب علم کی ذمہ داری کو وضاحت سے بیان فرمایا۔

پروگرام انچارج حضرت مولانا امتیاز نے بڑے حسن و خوبی کے ساتھ پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اسٹیج پر علمائے کرام کا نورانی قافلہ موجود تھا۔ صلاۃ و سلام کے بعد آخر میں جانشینِ محسنِ ملت حضرت مولانا الشاہ محمد علی فاروقی قاضیِ شہر رائے پور منبرِ خطابت پر تشریف لائے اور قوم و ملت کے فلاح و بہبود کے موضوع پر خطاب فرمایا، حضرت ہی کی دعا پر کانفرنس اختتام کو پہنچی۔

از: نمائندہ دار العلوم تیغیہ غازی نگر

====ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں====

(۱)

سیتامڑھی، بہار میں

رضا بک ڈپو

مقام و پوسٹ پریہار، ضلع سیتامڑھی، بہار

(۲)

کشن گنج، بہار میں

انڈیا بک اسٹور

چوڑی پٹی چوک، پوسٹ و ضلع کشن گنج، بہار